www.kashmirulyoum.com.pk

ABC CERTIFIED

ماہنامہ

کشمیر الیوم

(رجسٹرڈ)

کشمیری عوام کی امنگوں کا ترجمان

راولپنڈی

Reg.No.885,Mails.B/NPR-234

جلد نمبر 23، شمارہ نمبر 10، مئی 2026ء ذوالقعدہ/ ذوالحجہ ۱۴۴۷

مت سمجھو ہم نے بھلا دیا!!!

جواب حاضر ہے

مفتی خالد عمران خالد!!!

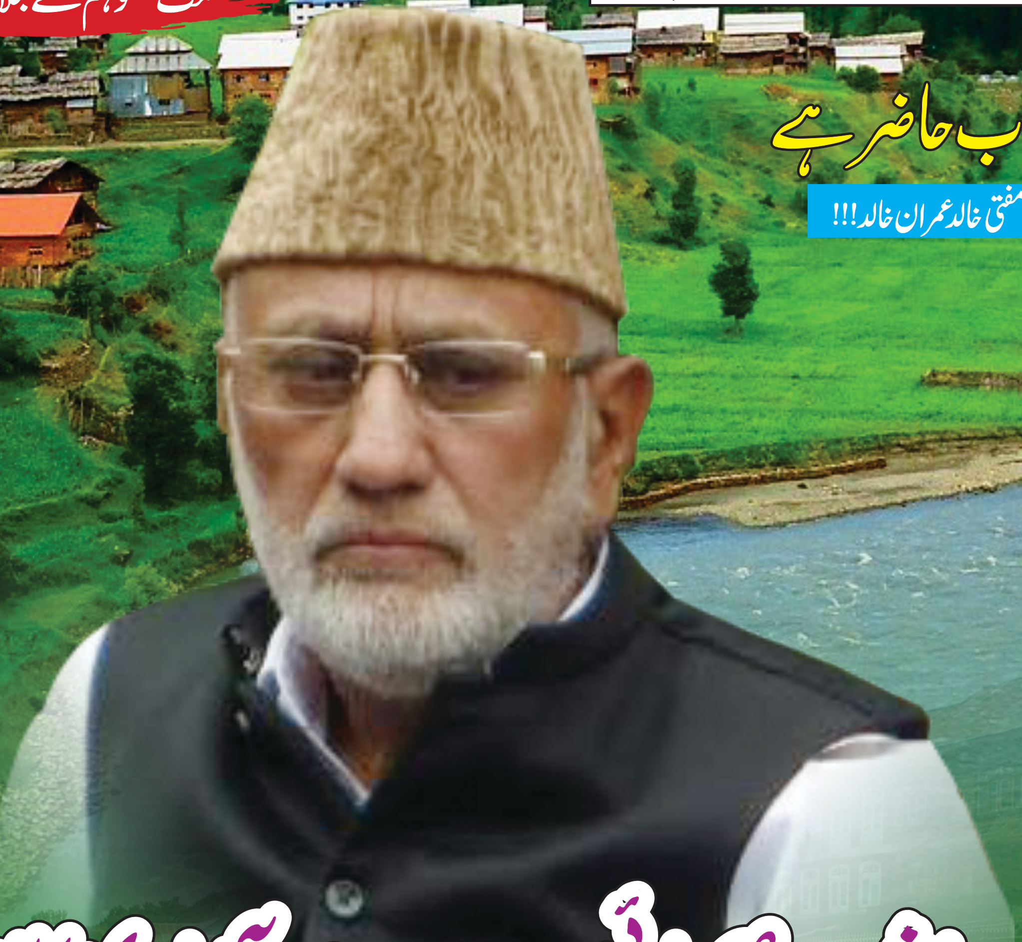

شہید اشرف صحرائی ۔۔۔ جدوجہد آزادی کا استعارہ

شہباز بڈگامی، غازی سہیل خان اور کے ایس کشمیری کی خوبصورت تحریریں

کون جیتا کون ہارا!!!

سید عارف بہار کی چشم کشا تحریر

کشمیر۔۔۔ جہاں سکوت بھی فریاد ہے

سلیم منصور خالد، محمد شہزاد منیر، سید عمر گردیزی اور محمد احسان مہر کی خصوصی تحریریں

پاکستان عالمی امن کا ضامن اور کمزور اقوام کی امید بن چکا ہے!!!

اسلامی جمہوریہ ایران اور امریکہ کے درمیان پاکستان کی ثالثی میں ہونے والی حالیہ پیش رفت سے انسانیت دشمن قوتوں کو ذلت آمیز شکست ہوئی ہے۔اس امن عمل میں پاکستان کا کردار انتہائی قابل ستائش ہے۔جس پر مملکت پاکستان کی سول و عسکری قیادت کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔پاکستان نے ایک ذمہ دار ریاست کے طور پر خطے میں کشیدگی کم کرنے اور اس خطے کو مکمل تباہی سے بچانے کیلئے جو مثبت، ذمہ دارانہ،فعال اور کلیدی کردار ادا کیا اس پر پوری کشمیری مظلوم محکوم قوم انہیں مبارکباد دیتی ہے۔انہوں نے کہا کہ پاکستانی قیادت بالخصوص فیلڈ مارشل حافظ عاصم منیر کی نہایت دانشمندانہ،مؤثر اور دور اندیش پالیسی پر عمل پیرا ہیں،جس کے باعث پاکستان کا عالمی تشخص مزید مضبوط ہوا ہے۔پاکستان عالم اسلام کا واحد ایٹمی اور عسکری اعتبار سے طاقتور ملک ہے۔پورے عالم اسلام کو اس پر فخر بھی ہے اور اس کے استحکام کیلئے پوری ملت اسلامیہ دعا گو بھی ہے تاہم دشمنوں کے عزائم بھی اس مملکت کے حوالے سے انتہائی خوفناک ہیں۔وہ دشمن قوتیں جو پاکستان کو دنیا میں تنہا کرنے کی کوششوں میں مصروف چلی آرہی ہیں آج خود تنہا ہو کر رہ گئی ہیں۔آج پاکستانی قیادت کے جراتمندانہ اور دانشمندانہ اقدامات کے نتیجے میں پاکستان عالمی امن کا ضامن اور کمزور اقوام کی امید بن چکا ہے۔ان عوامل کی بنیاد پر دشمن قوتیں اس کے استحکام،سالمیت اور قومی وحدت کو نقصان پہنچانے کے درپے ہیں۔اہلیان پاکستان اور پاکستانی قیادت کی خدمت میں دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ تمام جماعتی،مسلکی اور سیاسی اختلافات سے بالاتر وطن عزیز کے استحکام،سالمیت اور ترقی کے لئے متحد ہو جائیں۔یہ حقیقت ذہن نشین کی جائے کہ یہ مملکت خداداد۔۔طاغوتی یورشوں کی زد میں ٹوٹ پھوٹ کی شکار امت مسلمہ مظلومہ کی واحد امید ہے اور اس کی جغرافیائی اور نظریاتی سرحدوں کی حفاظت اور قومی یکجہتی وخوشحالی کی نگہداشت اہل وطن پر فرض اور ایمان کا تقاضا ہے۔میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مملکت خداداد کو اندر اور باہر کے ہر شر اور سازش سے محفوظ رکھے آمین۔ (پیر سید صلاح الدین احمد)

www.kashmirulyoum.com.pk

کشمیری عوام کی امنگوں کا ترجمان

راولپنڈی

ماہنامہ

کشمیر الیوم

(رجسٹرڈ)

جلد نمبر 23، شمارہ نمبر 10، مئی 2026ء ذوالقعدہ/ ذوالحجہ ۱۴۴۷

مدیرِ اعلیٰ : شیخ محمد امین

مدیر : فاروق احمد

نمائندگان

شمالی پنجاب : ارشد ایوب

آزاد جموں و کشمیر : غازی محمد اعظم

گلگت بلتستان : عبدالہادی بونجوی

سرینگر : سید مزمل حسین سہروردی

جموں : وجے کمار رینا

لداخ : جعفر حسین علوی

لندن : انوار الحق

نیویارک : فائزہ نذیر

ڈیزائننگ : شیخ ابوحماد

کمپوزنگ :

منیجر فائنانس / سرکولیشن : شبیر یوسف

معاون سرکولیشن : طارق احمد

انچارج شعبہ اشتہارات : راجہ محمد شفیق

ویب انچارج : ڈاکٹر بلال احمد

Regd. No. 885

Mails. B/NPR-234

مجلس مشاورت

حامد میر

سید عارف بہار

راجہ ذاکر خان

سرور منیر راؤ

رُباب عائشہ

عاصم قدیر رانا

اس شمارے میں

اداریہ	امریکہ جارحیت سے تنہائی کا سفر	چیف ایڈیٹر کے قلم سے	03
گرداب	کون جیتا کون ہارا	سید عارف بہار	04
امانت	چھتنار پاکستان ۔۔ آکاش بیل کی زد میں	شہزاد منیر احمد	06
نقش وخیال	شہید اشرف صحرائیؒ	شہباز بڈگامی	07
گرد و پیش	مسئلہ کشمیر کے حل کی امید	سید عمر گردیزی	09
فکرونظر	جھپی مہنگی پڑ سکتی ہے	محمد احسان مہر	11
شخصیات	شہید اشرف صحرائیؒ	غازی سہیل خان	13
شخصیات	حریت کا استعارہ ۔۔ صحرائیؒ	کے ایس کشمیری	16
فکرامت	فیصلہ یا عدالتی قتل	سلیم منصور خالد	18
اظہار خیال	میری والدہ ۔۔ آسیہ اندرابی	احمد بن قاسم	21
تذکرہ سیدیؒ	میری زندگی اور سید مودودیؒ	سید کاظم حسن نقوی	23
تذکرہ شہداء	شہید غازی شہاب الدینؒ	عبدالرشید ڈار	24
سوال و جواب	آپ نے پوچھا ہے	مفتی خالد عمران خالد	26
تذکرہ شہداء	پروفیسر محمد رفیع بٹؒ	مدثر احمد	28
گوشہ اسلام	غلبہ اسلام کی بشارتیں	علامہ یوسف القرضاویؒ	30
شب وروز	خونی معرکے	ہمایوں قیصر	31

ماہنامہ کشمیر الیوم میں شائع ہر کالم، کالم نگار کی ذاتی آراء پر مبنی ہوتا ہے، جس سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں (چیف ایڈیٹر)

پبلشر : خواجہ محمد شہباز

مقامِ اشاعت : D-1005، سیٹلائیٹ ٹاؤن، راولپنڈی

مطبع : والضحیٰ پرنٹرز، قیصر پلازہ، صدر، راولپنڈی

قیمت 50 روپے، سالانہ زرتعاون 500 روپے

خط وکتابت اور رابطہ کیلئے: دفتر ماہنامہ "کشمیر الیوم" NA/300-A نیو ملپور ڈبل روڈ راولپنڈی kashmirulyoum2019@gmail.com. 0318-5355344

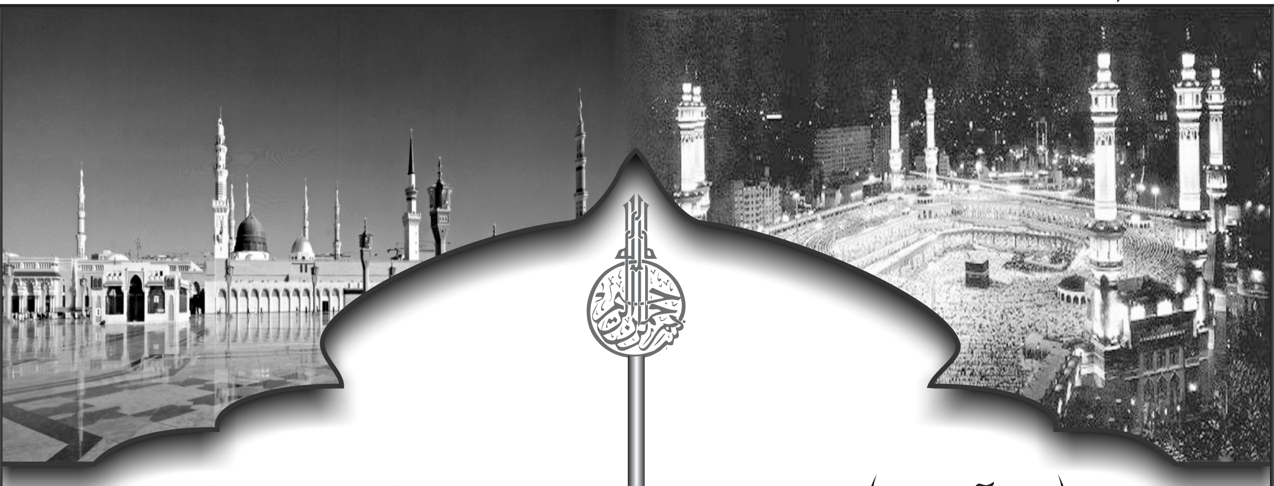

القرآن

ظالموں کے لیے دردناک سزا یقینی ہے!!!

پھر اس کے بعد آگے اس کے لیے جہنم ہے۔ وہاں اُسے کچ لہو کا سا پانی پینے کو دیا جائے گا جسے وہ زبردستی حلق سے اتارنے کی کوشش کرے گا اور مشکل ہی سے اتار سکے گا۔ موت ہر طرف سے اس پر چھائی رہے گی مگر وہ مرنے نہ پائے گا اور آگے ایک سخت عذاب اس کی جان کا لاگو رہے گا۔ جن لوگوں نے اپنے ربّ سے کُفر کیا ہے اُن کے اعمال کی مثال اُس راکھ کی سی ہے جسے ایک طوفانی دن کی آندھی نے اُڑا دیا ہو۔ وہ اپنے کیے کا کچھ بھی پھل نہ پاسکیں گے۔ یہی پرلے درجے کی گُم گشتگی ہے کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ نے آسمان و زمین کی تخلیق کو حق پر قائم کیا ہے؟ وہ چاہے تو تم لوگوں کو لے جائے اور ایک نئی خلقت تمہاری جگہ لے آئے۔ ایسا کرنا اُس پر کچھ بھی دُشوار نہیں ہے۔ اور یہ لوگ جب اکٹھے اللہ کے سامنے بے نقاب ہوں گے تو اُس وقت ان میں جو دُنیا میں کمزور تھے وہ اُن لوگوں سے جو بڑے بنے ہوئے تھے، کہیں گے ”دُنیا میں ہم تمہارے تابع تھے، اب کیا تم اللہ کے عذاب سے ہم کو بچانے کے لیے بھی کچھ کر سکتے ہو؟“ وہ جواب دیں گے ”اگر اللہ نے ہمیں نجات کی کوئی راہ دکھائی ہوتی تو ہم ضرور تمہیں بھی دکھا دیتے۔ اب تو یکساں ہے خواہ ہم جزَع فزَع کریں یا صبر، بہر حال ہمارے بچنے کی کوئی صورت نہیں اور جب فیصلہ چُکا دیا جائے گا تو شیطان کہے گا ”حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے جو وعدے تم سے کیے تھے وہ سب سچے تھے اور میں نے جتنے وعدے کیے اُن میں سے کوئی بھی پُورا نہ کیا۔ میرا تم پر کوئی زور تو تھا نہیں، میں نے اس کے سوا کچھ نہیں کیا کہ اپنے راستے کی طرف تمہیں دعوت دی اور تم نے میری دعوت پر لبّیک کہا۔ اب مجھے ملامت نہ کرو، اپنے آپ ہی کو ملامت کرو۔ یہاں نہ میں تمہاری فریاد رسی کرسکتا ہوں اور نہ تم میری۔ اس سے پہلے جو تم نے مجھے خدائی میں شریک بنا رکھا تھا میں اُس سے بری الذّمہ ہوں، ایسے ظالموں کے لیے تو دردناک سزا یقینی ہے۔“

سورۃ ابراہیم آیت نمبر 16 تا 22 تفہیم القرآن سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

الحدیث

حلال وحرام میں تمیز نہ کرنا روح ایمانی کی موت ہے!!!

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی کو اس کی پروانہ ہوگی کہ وہ جو لے رہا ہے حلال ہے یا حرام جائز ہے یا ناجائز۔

(صحیح بخاری)

تشریح ۔۔حدیث کا مطلب بالکل ظاہر ہے اور رسول اللہ ﷺ نے جس زمانہ کی اس حدیث میں خبر دی ہے بلاشبہ وہ آچکا ہے آج امت میں ان لوگوں میں بھی جو دیندار سمجھے جاتے ہیں کتنے ہیں جو اپنے پاس آنے والے روپیہ پیسہ یا کھانے پہننے کی چیزوں کے بارے میں یہ سوچنا اور تحقیق کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ جائز ہے یا ناجائز۔ ہو سکتا ہے کہ آگے اس سے بھی زیادہ خراب زمانہ آنے والا ہو۔ (مسند رزین کی اسی حدیث کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ اس وقت ان لوگوں کی دعائیں قبول نہ ہوں گی) حلال وحرام اور جائز و ناجائز میں تمیز نہ کرنا روح ایمانی کی موت ہے۔

استغفار کی اہمیت!!!

ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، انہیں زہری نے کہا کہ مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میں دن میں ستر مرتبہ سے زیادہ اللہ سے استغفار اور اس سے توبہ کرتا ہوں۔

(صحیح بخاری)

امریکہ۔۔۔جارحیت سے تنہائی تک کا سفر

اسلام آباد میں منعقد ہونے والے امریکہ۔ایران مذاکرات کا پہلا دور بغیر کسی نتیجے کے ختم اور دوسرا دور شروع ہوتے ہوتے تادم تحریر نہ ہونا محض ایک سفارتی ناکامی نہیں بلکہ عالمی سیاست میں ایک خطرناک موڑ کی نشاندہی بھی ہے۔یہ مذاکرات ایسے وقت میں ہوئے جب مشرقِ وسطیٰ ایک شدید بحران سے گزر رہا ہے اور عالمی امن ایک بار پھر غیر یقینی صورتحال کا شکار ہے۔توقع کی جا رہی تھی کہ پاکستان کی سفارتی کوششیں،اور دوست ممالک کے تعاون سے پیدا ہونے والی جنگ بندی،کسی مستقل امن معاہدے کی بنیاد بنے گی،مگر یہ امیدیں پوری نہ ہوسکیں۔ابتدائی طور پر پندرہ روزہ جنگ بندی نے ایک مثبت فضا قائم کی۔اس پیش رفت نے نہ صرف خطے میں کشیدگی کو وقتی طور پر کم کیا بلکہ پاکستان کے کردار کو بھی عالمی سطح پر نمایاں کیا۔تاہم،مذاکرات کے دوران امریکی رویہ ایک سنجیدہ سفارتی عمل کے بجائے جلد بازی اور دباؤ کی پالیسی کا عکاس دکھائی دیا۔مبصرین کے مطابق ڈونالڈ ٹرمپ کی قیادت میں امریکی پالیسی میں تحمل اور تدبر کی واضح کمی نظر آئی،جس کے باعث مذاکرات جلد ہی تعطل کا شکار ہو گئے۔ایرانی مؤقف کے مطابق امریکہ مذاکرات کو ایک سنجیدہ امن عمل کے بجائے اپنے اسٹریٹجک مقاصد کے حصول کا ذریعہ بنانا چاہتا تھا۔یہی وجہ ہے کہ جب مطلوبہ نتائج حاصل نہ ہوئے تو امریکہ نے نہ صرف مذاکراتی عمل ترک کیا بلکہ ایران کے خلاف سخت اقدامات،خصوصاً آبنائے ہرمز میں ناکہ بندی بھی کر دی۔یہ ناکہ بندی عالمی سطح پر شدید ردعمل کا باعث بن رہی ہے۔امریکہ کے قریبی اتحادی بھی اس معاملے میں اس کے ساتھ کھڑے نظر نہیں آئے۔نیٹو ممالک،جن میں برطانیہ اور فرانس شامل ہیں،نے واضح طور پر اس اقدام سے لاتعلقی اختیار کی۔Emmanuel Macron اور Keir Starmer دونوں نے نہ صرف اس پالیسی کی مخالفت کی بلکہ اس کے متبادل کے طور پر سفارتی حل پر زور دیا۔اسی طرح China نے بھی آبنائے ہرمز کی بندش کو عالمی معیشت اور بین الاقوامی تجارت کے لیے خطرناک قرار دیا اور تمام فریقین کو تحمل کا مظاہرہ کرنے کی تلقین کی۔یہ صورتحال واضح طور پر اس امر کی عکاسی کرتی ہے کہ امریکہ کی یکطرفہ پالیسیاں اسے عالمی سطح پر تنہا کر رہی ہیں۔دوسری جانب ایران نے بھی سخت ردعمل دیا ہے۔ایرانی قیادت نے واضح کیا ہے کہ اگر اس کی بندرگاہوں یا بحری حدود کو خطرہ لاحق ہوا تو پورے خطے میں عدم استحکام پیدا ہوسکتا ہے۔اس تناظر میں مشرق وسطیٰ ایک بار پھر ایک بڑے تصادم کے دہانے پر کھڑا نظر آتا ہے۔یہ امر بھی قابل غور ہے کہ امریکہ کے اندر بھی اس پالیسی کے خلاف آوازیں اٹھ رہی ہیں۔امریکی عوام کی ایک بڑی تعداد جنگی پالیسیوں سے نالاں ہو کر سڑکوں پر نکل آئی ہے۔یہ داخلی دباؤ مستقبل میں امریکی خارجہ پالیسی پر اثر انداز ہوسکتا ہے۔موجودہ صورتحال میں سب سے اہم سوال یہ ہے کہ کیا دنیا ایک بار پھر بڑی جنگ کی طرف بڑھ رہی ہے؟اگر امریکہ اپنی جارحانہ پالیسیوں پر قائم رہتا ہے اور سفارت کاری کو نظر انداز کرتا ہے تو یہ خطرہ مزید بڑھ سکتا ہے۔عالمی برادری کو چاہیے کہ وہ طاقت کے استعمال کے بجائے مکالمے اور مذاکرات کو فروغ دے۔پاکستان کے لیے یہ موقع ہے کہ وہ اپنی سفارتی کوششوں کو جاری رکھتے ہوئے امن کے قیام میں اپنا کردار ادا کرے۔اسلام آباد مذاکرات اگرچہ فوری طور پر کامیاب نہ ہوسکے،لیکن انہوں نے یہ ثابت کیا کہ پاکستان خطے میں امن کے لیے ایک اہم ثالث کا کردار ادا کرسکتا ہے۔آخرکار،یہ حقیقت نظر انداز نہیں کی جاسکتی کہ طاقت کے ذریعے مسائل کا حل ممکن نہیں۔تاریخ گواہ ہے کہ جنگیں تباہی لاتی ہیں جبکہ پائیدار امن صرف مکالمے اور باہمی احترام کے ذریعے ہی ممکن ہے۔اگر Donald Trump کی قیادت میں امریکہ اسی طرز عمل کو جاری رکھتا ہے تو نہ صرف مشرق وسطیٰ بلکہ پوری دنیا ایک طویل عدم استحکام کا شکار ہوسکتی ہے۔اس کے برعکس اگر سفارت کاری کو موقع دیا جائے تو اب بھی بہت کچھ سنبھالا جاسکتا ہے۔عالمی برادری خصوصاً ابھرتی ہوئی طاقتوں کے لیے یہ ایک اہم موقع ہے کہ وہ ایک متوازن اور منصفانہ عالمی نظام کے قیام میں اپنا کردار ادا کریں۔چائنا،یورپی ممالک اور علاقائی طاقتیں اگر مشترکہ حکمت عملی اپنائیں تو نہ صرف موجودہ بحران کو ٹالا جاسکتا ہے بلکہ مستقبل میں ایسے تنازعات کی روک تھام بھی ممکن ہے۔آخر میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ دنیا اس وقت ایک نازک موڑ پر کھڑی ہے۔فیصلے اگر دانشمندی،تحمل اور دوراندیشی سے کیے گئے تو امن کی راہ ہموار ہوسکتی ہے،بصورت دیگر تاریخ ایک بار پھر خود کو دہرا سکتی ہے اور اس بار اس کی قیمت کہیں زیادہ بھاری ہوگی۔

امریکا ایران جنگ کون جیتا کون ہارا؟

سید عارف بہار

ایران اور امریکا کے درمیان عارضی جنگ بندی پر اسرائیل کے اخبار ”معاریو“ نے کھلے لفظوں میں ایران کو اس جنگ کا فاتح تسلیم کیا ہے۔اخبار کے مطابق یہ جنگ ایران کے حق میں فیصلہ کن فتح پر ختم ہوئی اور دونوں ملکوں نے سٹریٹجک پسپائی اختیار کرتے ہوئے میدان چھوڑ دیا۔اخبار کے مطابق سپریم لیڈر کی شہادت کے باوجود ایرانی نظام برقرار ہے۔عارضی جنگ بندی میں بھی ایران جوہری پروگرام اور آبنائے ہرمز پر اپنا کنٹرول برقرار رکھے ہوئے ہے۔حزب اللہ مضبوط ہو رہی ہے۔اسرائیل کے اندر بے تحاشا نقصان اور عوامی دباؤ نے بے چینی پیدا کر دی ہے۔ایرانی میزائل حملوں میں اسرائیل کی پانچ ہزار عمارتیں تباہ ہوئیں۔ایران نے چار سو پچاس کلو گرام افزودہ یورینیم پر بھی امریکا کا فیصلہ قبول نہیں کیا۔اسی مضمون میں اسرائیل کے ایک سابق فوجی سربراہ گابی اشکنازی کا کہنا تھا کہ ایران نے آخری گولی چلائی اور اس جنگ میں صرف وہی ایک فاتح تھا۔اسرائیلی اخبار کا یہ تجزیہ بڑی حد تک حقیقت پسندانہ ہے۔ایران اور امریکا کے درمیان جنگ بندی اس حقیقت کی مظہر ہے کہ امریکا اپنے مقاصد حاصل کئے بغیر ایرانی عوام کی جانب تنی ہوئی بندوق گرانا چاہتا ہے۔حالیہ تاریخ میں افغانستان کے سوا امریکا کو اس خفت آمیز صورت حال کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔عراق، لیبیا، شام تیونس میں شخصی حکومتوں کو تہس نہس کرتے ہوئے امریکا نے مصر میں پہلی منتخب عوامی حکومت کو روند ڈالا۔اسی دوران حماس اور حزب اللہ جیسی حکومت نما تنظیموں کو تباہ کر دیا گیا۔ایران مشرق وسطیٰ میں طاقت کے اظہار کے سفر کا آخری پڑاؤ تھا۔یہاں ایران کی مزاحمت نے ایسا ماحول بنا دیا تھا کہ امریکا کو مدتوں تک اسی پڑاؤ پر قیام کرنا پڑتا اور عین ممکن تھا کہ یہ دلدل امریکا کے لئے برمودہ ٹرائی اینگل ثابت ہوتی کیونکہ یہاں بہت سے شکاری امریکا کے زمین پر اُترنے کا انتظار کر رہے تھے۔چند برس قبل امریکا روس اور ایران کے صدور مشرق وسطیٰ میں ایک کانفرنس کے بعد دور بین سے کچھ دیکھ رہے تھے جس پر کہا گیا تھا کہ شکاری امریکا کے فلسطین میں اُترنے کا انتظار کر رہے ہیں۔فلسطین میں امریکا کو گھیرا تو نہ جا سکا کیونکہ امریکہ نے براہ راست غزہ میں اُترنے سے گریز کیا مگر ایران میں وہ ایک دام فریب میں آسکتا تھا۔ایران امریکا کے لئے ”غیر نصابی“ کردار بن کا اُبھرا۔اکتالیس دن کی لڑائی میں امریکا نہ صرف طاقت کا استعمال کیا اور ایران نے مزاحمت کا راستہ اپنائے رکھا۔اس جنگ نے امریکا کو اس قدر عاجز کر دیا تھا کہ آخر صدر ٹرمپ کو ایران پر ایٹمی حملے کی ملفوف دھمکی دینے پر مجبور ہونا پڑا مگر ایران اس دھمکی سے بھی ٹس سے مس نہ ہوا۔اکتالیس دن بعد جنگ بندی کی پس پردہ کوششیں رنگ لائیں اور پاکستان چین سمیت کچھ پس پردہ کرداروں نے دونوں ملکوں کے درمیان عارضی جنگ بندی کرا دی۔اس جنگ میں کون ہارا کون جیتا؟ یہ بات قطعی پوشیدہ نہیں۔امریکا کچھ خواب اور کچھ دعوے

سپریم لیڈر کی شہادت کے باوجود ایرانی نظام برقرار ہے۔عارضی جنگ بندی میں بھی ایران جوہری پروگرام اور آبنائے ہرمز پر اپنا کنٹرول برقرار رکھے ہوئے ہے۔حزب اللہ مضبوط ہو رہی ہے۔اسرائیل کے اندر بے تحاشا نقصان اور عوامی دباؤ نے بے چینی پیدا کر دی ہے۔ایرانی میزائل حملوں میں اسرائیل کی پانچ ہزار عمارتیں تباہ ہوئیں۔ایران نے چارسو پچاس کلو گرام افزودہ یورینیم پر بھی امریکا کا فیصلہ قبول نہیں کیا۔اسی مضمون میں اسرائیل کے ایک سابق فوجی سربراہ گابی اشکنازی کا کہنا تھا کہ ایران نے آخری گولی چلائی اور اس جنگ میں صرف وہی ایک فاتح تھا۔

فلسطین میں امریکا کو گھیرا تو نہ جا سکا کیونکہ امریکہ نے براہ راست غزہ میں اُترنے سے گریز کیا مگر ایران میں وہ ایک دام فریب میں آسکتا تھا۔ایران امریکا کے لئے ”غیر نصابی“ کردار بن کا اُبھرا۔اکتالیس دن کی لڑائی میں امریکا نہ صرف طاقت کا استعمال کیا اور ایران نے مزاحمت کا راستہ اپنائے رکھا۔اس جنگ نے امریکا کو اس قدر عاجز کر دیا تھا کہ آخر صدر ٹرمپ کو ایران پر ایٹمی حملے کی ملفوف دھمکی دینے پر مجبور ہونا پڑا مگر ایران اس دھمکی سے بھی ٹس سے مس نہ ہوا۔اکتالیس دن بعد جنگ بندی کی پس پردہ کوششیں رنگ لائیں اور پاکستان چین سمیت کچھ پس پردہ کرداروں نے دونوں ملکوں کے درمیان عارضی جنگ بندی کرا دی۔

> خود ایران کی قیادت نے اپنے عوام کے سامنے ایک بہترین رول ماڈل پیش کیا۔سپریم لیڈر نے یہ کہہ کر کسی محفوظ مقام پر منتقل ہونے سے انکار کیا کہ کیا ایران کا ہر شہری محفوظ ہو چکا ہے۔نتیجتاً انہیں با آسانی شہید کر دیا گیا۔اس شہادت نے دنیا بھر کے مسلمانوں ہی نہیں آزاد ضمیر معاشروں کی ہمدردیاں ایران کے ساتھ کر دیں اور امریکا واسرائیل ظالم کرداروں کی صورت میں سامنے آئے۔ایران میں جاہ و منصب کا مطلب قربان گاہ اور مقتل کی طرف سفر بن کر رہ گیا۔وہاں سپریم لیڈر کا مطلب یہ ٹھہرا کہ کسی بھی وقت امریکی میزائل اس کے وجود کو چیتھڑوں میں بدل سکتا ہے۔

اوراہداف لئے ایران پر چڑھ دوڑا تھا۔ان کا پہلا اور آخری مقصد رجیم چینج تھا۔ایران کے موجودہ نظام کو تبدیل کرنا اور اس کی جگہ ازکارفتہ بادشاہت کو براہ راست یا اسے جمہوری شکل میں بحال کرنا تھا۔امریکا کا خیال تھا کہ ایران کا سسٹم ان کی مضبوط قیادت سپریم لیڈر کے گرد گھومتا ہے۔جس دن سپریم لیڈر راستے سے ہٹ گئے ایران کا نظام تاش کے پتوں کی مانند بکھر جائے گا۔ایران کے پرانے نظام سے تنگ عوام نکل کر ایوانوں پر قبضہ کرلیں گے اور یوں رضا پہلوی فاتحانہ انداز میں ایران میں داخل ہو کر ریاست کا کنٹرول سنبھال لیں گے۔یہ عراق اور لیبیا ماڈل بغاوت اور رجیم چینج کا منصوبہ تھا۔ایرانی عوام نے اس منصوبہ بندی کو جذبہ جہاد اور شوق شہادت کے تحت ناکام بنا دیا۔سپریم لیڈر آیت اللہ علی خامنہ ای کی شہادت نے ایرانی عوام اور سماجی تانے بانے کو بکھرنے کی بجائے متحد کر دیا۔امریکی سکرپٹ کے تحت جن عوام نے اس کے بعد رجیم چینج کے لئے نکلنا تھا وہ رجیم بچانے کے لئے نکل پڑے۔سپریم لیڈر کی شہادت نے ایرانی عوام کی فالٹ لائنز کو بھر دیا اور وہ اسلامیت اور ایرانیت کے جذبات سے مغلوب ہو کر متحد ہو گئے۔انہوں نے بیرونی حملہ آوروں کے خلاف نفرت کا برملا اظہار کرنا شروع کیا۔خود ایران کی قیادت نے اپنے عوام کے سامنے ایک بہترین رول ماڈل پیش کیا۔سپریم لیڈر نے یہ کہہ کر کسی محفوظ مقام پر منتقل ہونے سے انکار کیا کہ کیا ایران کا ہر شہری محفوظ ہو چکا ہے۔نتیجتاً انہیں با آسانی شہید کر دیا گیا۔اس شہادت نے دنیا بھر

کے مسلمانوں ہی نہیں آزاد ضمیر معاشروں کی ہمدردیاں ایران کے ساتھ کر دیں اور امریکا واسرائیل ظالم کرداروں کی صورت میں سامنے آئے۔ایران میں جاہ و منصب کا مطلب قربان گاہ اور

مقتل کی طرف سفر بن کر رہ گیا۔وہاں سپریم لیڈر کا مطلب یہ ٹھہرا کہ کسی بھی وقت امریکی میزائل اس کے وجود کو چیتھڑوں میں بدل سکتا ہے۔وہاں آرمی چیف بننے کا مطلب امریکا اور اسرائیل کی بندوق کے دہانے کے آگے سینہ رکھنے کے مترادف قرار پایا۔ایک کے بعد ایران کا دوسرا لیڈر اپنی جان قربان کرنے کے لئے آگے بڑھتا رہا۔بقول شاعر

ہجوم ایسا کہ مقتل میں جا نہیں ملتی
یہ جاں نثار سروں سے ٹلے نہ تھے ایسے

ایرانی قیادت کی اس ادا نے عوام کو ان کا دیوانہ بنا دیا اور یوں رجیم چینج کا خواب بیچ چوراہے کے پھوٹ گیا۔یہاں تک کہ ڈونلڈ ٹرمپ جو اپنا سارا جوا رضا پہلوی کے نام اور سر پر کھیل رہے تھے یہ کہنے لگے کہ ہم نے ایران کے سپریم لیڈر کو قتل کر کے رجیم چینج کر لی ہے۔اب ضروری نہیں کہ کوئی باہر سے آ کر ایران پر حکومت کرے اسی رجیم کے اندر سے کسی کو آگے آ کر ملک کا کنٹرول سنبھال لینا چاہئے۔گویا کہ وہ ایران میں رجیم چینج کی اصل فلاسفی سے توبہ تائب ہو کر اندرونی بغاوت کی خواہش ظاہر کر رہے تھے مگر ایران کے نظام اور قیادت نے رجیم چینج کی کوشش کا مہرہ بننے کی یہ پیشکش پائے حقارت سے ٹھکرا دی۔یوں طاقت کا بے محابا استعمال ہی امریکا کا واحد ہتھیار رہا اور طاقت کے استعمال کے جواب میں ایرانی قوم ”بڑھتا ہے ذوق جرم یاں ہر سزا کے بعد“ کی عملی تصویر بن کر رہ گئی۔امریکا ایران میں اپنے مقاصد کی تکمیل ہوئے بغیر جنگ بندی پر مجبور ہوا اور یوں وقت ان کی رعونت پر خاک ڈال گیا۔طاقت کو حق کا معیار سمجھنے والے ایران میں اپنی پسند کا نقشہ ترتیب دینے کے خوابوں کی پوٹلی اٹھائے الٹے قدموں سے واپس لوٹ رہے ہیں تو احمد فراز کا یہ شعر حالات کی درست تصویر بنا رہا ہے۔

کچھ اہل ستم کچھ اہل حشم مے خانہ گرانے آئے تھے
دہلیز کو چوم کے چھوڑ دیا دیکھا کہ یہ پتھر بھاری ہے

چھتنار پاکستان آکاش بیل کی زد میں

شہزاد منیر احمد

معاشرے میں اکثریت" جی حضوریوں" کی ہوتی ہے۔بہت کم شخصیات ہوتی ہیں جو اپنی معاشرتی سرگرمیوں اور خدو خال کو نظریاتی اصولوں پر قائم رکھ کر جیتے ہیں۔دراصل یہی لوگ اپنی قوم کی ترقی اور بین الاقوامی شناخت کا وسیلہ اور اثاثہ ہوتے ہیں،کہ وہ مر کر بھی زندہ رہتے ہیں۔کل ارادہ تھا کہ اس دفعہ ماہنامہ کشمیر الیوم کے لئے کوئی بھرپور سیاسی مضمون لکھوں گا پھر نہ جانے کیا ہوا کہ،5 جنوری 1949 ذہن پر سوار ہو گیا۔

آکاش بیل (جسے امر بیل یا Cuscuta بھی کہا جاتا ہے)ایک زرد یا نارنجی رنگ کی، بغیر جڑوں اور پتوں کے خودرو طفیلی (Parasitic)بیل ہے جو دوسرے درختوں پر لپٹ کر ان کا رس چوستی ہے۔یہ پودا زمین سے غذا حاصل نہیں کرتا،بلکہ میزبان پودے پر مکمل انحصار کرتا ہے اور اکثر اسے خشک کر دیتا ہے۔یہ ایک مکمل طفیلی پودا ہے جو دوسرے درختوں کے اوپر باریک جڑوں کے ذریعے چپک جاتا ہے۔اس کا نہ سر ہوتا ہے نہ پیر (خفیہ دشمن) یہ ناگن کی طرح بل کھائی ہوئی،تار نما اور زرد رنگ کی ہوتی ہے۔یہ عموماً بیر، بیری،اور دیگر ہرے بھرے درختوں اور باڑوں پر پھیلتی ہے۔

آکاش بیل موسم بہار اور گرمیوں میں تیزی سے پھیلتی ہے اور جس درخت پر چھا جائے،اسے غذائیت سے محروم کر کے خشک کر دیتی ہے۔اس کی چالاکی یہ سامنے اتی ہے کہ یہ درخت کو ختم نہیں کرتی، بلکہ درخت کو زندہ رکھتی ہے لیکن اس کی شان، زندگی، خوبصورتی اور اہمیت کو مار دیتی ہے۔ بالکل ویسے جیسے۔طاقتور اقوام و مما لک،کمزور اقوام اور ریاستوں کو فتح کر کے انہیں اپنی کالونی بنا کر رکھتے ہیں، ان کے وسائل اور قومی دولت پر عیش کرتے ہیں، جیسے سونے کی چڑیا ہندوستان کو برطانیہ نے بنا رکھا تھا۔آج بھی ہم پاکستان پر سیاسی اکاش بیل چھائی ہوئی دیکھتے ہیں۔اس کے تعمیری وسائل اور قومی دولت پر طاقتور مما لک اور شخصیات مضبوط گرفت قائم کئے ہوئے ہیں۔۔روئے زمین پر برصغیر میں ریاست جموں وکشمیر کے قدرتی حسن اور دلکش خوبصورت ماحول کی بنیاد پر اسے جنت نظیر کہہ کر پکارا جاتا ہے۔جب کہ مملکتِ خداداد، اسلامی جمہوریہ پاکستان، توحید و رسالت پر ایمان لانے والوں اور اطیعو اللہ و اطیعوا الرسول کی اطاعت پر قائم مسلمانوں کی

ریاست کو بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت و رسالت سے منحرف عیسائیوں، ہندوستان کے بت پرستوں ہندووں کی اکثریت کی غلامی سے اللہ قادر و عادل نے، 14 اگست 1947 سے نجات دے کر اپنی بے شمار نعمتوں اور رحمتوں سے نواز کر عالمی جغرافیائی اہمیت اور فطری حسن سے سجا رکھا ہے۔اس میں سارے موسم، سمندر و دریا، فلک بوس و برف پوش پہاڑوں، معدنیات سے اٹے ہوئے کوہ و بیاباں، زرخیز میدان، ہر ریاستی اور معاشرتی ضرورتوں سے مالا مال کر رکھا ہے۔توحید و رسالت کی منکرین اقوام و شخصیات نے اپنے مذہبی تعصب کی بنا پر پاکستان کو اس کی آزاد حیثیت سے اور ریاست جموں وکشمیر کو 27 اکتوبر 1947 سے

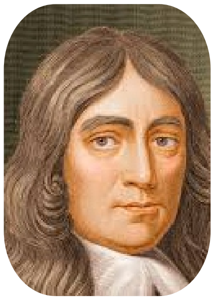

(جب ہندوستان نے جارحانہ کاروائی کرتے ہوئے اپنی مسلح افواج سرینگر میں اتار دیں) ان کے حق خودارادیت سے محروم کر رکھا ہے۔ 5 جنوری 1949 کو اقوام متحدہ میں یہ قرارداد پاس کی تھی کہ ریاست جموں وکشمیر میں حق خودارادیت وہاں کے عوام کی خواہشات کے مطابق طے کیا جائے گا جو بذریعہ رائے شماری معلوم کیا جائے گا۔اس قرارداد نے یہ بھی ثابت و طے کر دیا کہ کشمیر کا مسئلہ کوئی داخلی مسئلہ نہیں بلکہ بین الاقوامی تنازعہ ہے۔لیکن، بھارت کے عدم تعاون ، عالمی خاموشی، بین الاقوامی سفارت کاروں کی بدنیتی ،اقوام متحدہ سیکورٹی کونسل کا جانبدارانہ اور متعصب رویہ ہے۔ 5 اگست 2019 کا، ہندوستان کا کشمیر کی خصوصی حیثیت کو تبدیل کرنا اور اقوام متحدہ کا خاموش رہنا، اس حقیقت کا غماز ہے کہ وہ مسئلہ کشمیر کو حل کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتیں۔جرم ضعیفی کی سزا نہ جانے کتنی اور باقی ہے۔ برطانوی ادیب فلاسفر، جان ملٹن نے 1667 میں بڑے پائے کی کتاب پیراڈائز لاسٹ، PARADISE LOST (فردوس گمشدہ) لکھی تھی۔

اپنے فنی حسن اور علمی گہرائی کی وجہ سے انگریزی ادب کا شاہکار سمجھی جاتی ہے۔یہ کتاب منفرد انداز زبان اور عظیم رزمیہ شاعری کا مجموعہ ہے۔فردوس گمشدہ ، آدم و حوا کے جنت سے نکالے جانے،(انسانیت کے زوال کی ابتدا) کے آفاقی موضوع پر انسانی آزادی اور خدا تعالیٰ کی حکمتوں اور پیچیدہ عدل پر لکھی گئی ہے۔یہ کلاسیکی انداز کی رزمیہ نظم ہے جس میں بائبل میں درج واقعات کو بیان کیا گیا ہے۔اس میں شیطان کے زوال کا تذکرہ ہے اور آدم و حوا کے جنت سے نکلنے کا احوال ہے۔مذکورہ نظم کا مرکزی موضوع اس کا انسانوں کے لیے اللہ کی راہوں کا جواز تلاش کرنا ہے۔ملٹن نے لکھا ہے۔

"To justify the ways of God to men".۔

یعنی انسانی زوال کے پیچھے پوشیدہ حکمت الٰہیہ کا بیان ہے۔شیطان کو ایک باغی، پیچیدہ اور پرعزم کردار کے طور پر پیش کیا گیا ہے، جو نظم کے ادبی حسن میں اضافہ کرتا ہے۔فردوس گمشدہ کے مطالعہ سے روحانی اعتبار سے قاری کو خاطر خواہ نفع نصیب نہیں ہوتا ہے۔ ملٹن نے لاطینی اور انگریزی زبان کے اشتراک سے اپنی اس کتاب کو ایک نیا اسٹائل بنا کر پیش کیا ہے جسے Miltonic verse کہا جاتا ہے۔یہ کتاب انسانی گناہ، توبہ اور آزادی ارادہ Free will کی گہرائی کو اجاگر کرتی ہے جو ملٹن نے مقدس کتاب انجیل سے اخذ کی ہیں۔

جان ملٹن برطانوی حکومت میں اپنی علمی وسعتوں اور فکر و خیال کے اعتبار سے FOREIGN LANGUAGE کے سیکریٹری کے عہدے پر 1649 سے 1660 تک فائز رہا تھا۔

یہ وہ زمانہ تھا جب برطانیہ کا بادشاہ چارلس اول تھا ملک میں انتہائی جابرانہ و آمرانہ حکومت چلا رہا تھا۔ملک میں انسانی بنیادی حقوق کی پامالیاں ہو رہی تھیں ،انسانیت کی تذلیل عام اور شہریوں کے ریاستی حقوق بھی سلب کیئے ہوئے تھے۔لارڈ کرمویل اور جان ملٹن، بادشاہ کی مذکورہ بالا چیرہ دستیوں اور آمریت کو روکنے کی ہر چند کوششیں کرتے رہے۔لیکن جب بات نہ بنی تو لارڈ کرمویل نے اسمبلی توڑ دی۔خود حکومتی نظام سنبھالا۔ بادشاہ چارلس اول پر مقدمہ چلایا اور عدالت سے سر قلم کرنے کی سزا دلوائی۔برطانیہ میں بنیادی حقوق کی پامالیوں پر ویسا ردعمل دیا اور مسئلہ کشمیر پر انتہائی سرد مہری قائم رکھی ہوئی ہے۔

تعصب بھی کیا شے ہے زمانہ میں اور تو ''میں''
چھین لیتی ہے دور بینی ، بن کر خود بین مفکر

جدوجہد آزادی کا استعارہ۔۔شہید محمد اشرف صحرائی

شہباز بڈگامی

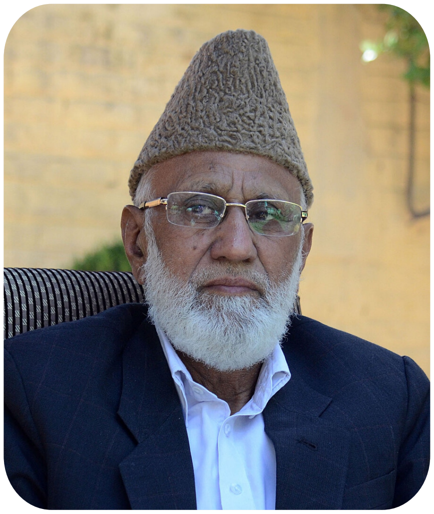

تحریک آزادی کشمیر کے مدبر قائد شہید محمد اشرف صحرائی کی شہادت کو پورے پانچ برس مکمل ہو چکے ہیں۔ جناب محمد اشرف صحرائی کو ان کے لخت ہائے جگر جنید صحرائی کی شہادت کے بعد ہی گرفتار کرکے کوٹ بھلوال جیل جموں میں مقید کرکے انہیں تمام بنیادی سہولیات سے محروم رکھا گیا، جس کے نتیجے میں وہ 5 مئی 2021 کو جیل کے اندر ہی اللہ کو پیارے ہوگئے۔ ان کی میت راتوں رات ان کے آبائی علاقہ لولاب پہنچائی گئی اور صرف خاندان کے 20 افراد ان کی نماز جنازہ میں شریک ہوسکے، البتہ اہل کشمیر نے مقبوضہ جموں وکشمیر کی تمام مساجد میں ان کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی، جبکہ آزاد کشمیر اور پاکستان میں بھی بڑے پیمانے پر ان کی غائبانہ نماز جنازہ کا اہتمام کیا گیا تھا۔ حد تو یہ ہے کہ ان کی شہادت کے چند دنوں بعد ہی ان کے دو بیٹوں مجاہد اشرف صحرائی اور راشد اشرف صحرائی کو گرفتار کرکے جیل کی سلاخوں کے پیچھے ڈال دیا گیا۔ محمد اشرف صحرائی جنہوں نے کئی دہائیوں تک مقبوضہ جموں وکشمیر پر بھارت کے غیر قانونی اور غاصبانہ قبضے کو چیلنج کررکھا تھا، 05 مئی 2021 کو دوران حراست شہادت کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہوئے۔ بلاشبہ ان کی حراستی شہادت کی براہ راست ذمہ دار مودی حکومت ہے کیونکہ متعدد عارضوں میں مبتلا ہونے کے باوجود کوٹ بھلوال جیل میں انہیں علاج ومعالجہ کی کوئی معمولی سہولت بھی بہم نہیں پہنچائی گئی۔ محمد اشرف صحرائی کے لخت جگر جنید صحرائی بھی 19 مئی 2020 میں نواکدل سرینگر میں ناجائز بھارتی قبضے کے خلاف لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کرگئے تھے۔ محمد اشرف صحرائی کی حراستی شہادت نے ثابت کیا کہ مودی حکومت آزادی پسند کشمیری قیادت کو قتل کرنے پر تلی ہوئی ہے۔

محمد اشرف صحرائی کی عمر 77 برس تھی جب ان پر کالا قانون پبلک سیفٹی ایکٹ PSA عائد کیا گیا تھا جس کے تحت وہ جموں کی کوٹ بھلوال میں مقید تھے، جب ان کی طبیعت بگڑ گئی تو انہیں اسوقت ہسپتال منتقل کیا گیا جب ان کے زندہ بچنے کے تمام امکانات معدوم ہو چکے تھے، جبکہ ان کے اہلخانہ کو ان کی بگڑتی ہوئی صحت کے بارے میں بھی لاعلم رکھا گیا تھا، وہ جماعت اسلامی مقبوضہ جموں وکشمیر کے اساسی رکن بھی تھے، بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ وہ جماعت اسلامی مقبوضہ کشمیر کے نظریہ ساز تھے، تو غلط نہیں ہوگا۔ وہ تقریبا نصف صدی سے زائد عرصے تک جماعت اسلامی مقبوضہ کشمیر کیساتھ وابستہ رہے۔ انہوں نے مقبوضہ جموں وکشمیر پر بھارت کے غیر قانونی تسلط کے خلاف انتھک جدوجہد کی، محمد اشرف صحرائی سخت جان آزادی پسند قائد تھے اور انہوں نے جدوجہد آزادی کی راہ میں اپنے بیٹے جنید صحرائی کی جان کا نذرانہ بھی پیش کیا۔ جس پر انہیں وہ عظمت و مقام ملا، جس کا شاید ہی کوئی ان کا ہم عصر اور ہم پلہ ہوسکتا ہے۔

محمد اشرف صحرائی جنہوں نے کئی دہائیوں تک مقبوضہ جموں وکشمیر پر بھارت کے غیر قانونی اور غاصبانہ قبضے کو چیلنج کررکھا تھا، 05 مئی 2021 کو دوران حراست شہادت کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہوئے۔ بلاشبہ ان کی حراستی شہادت کی براہ راست ذمہ دار مودی حکومت ہے کیونکہ متعدد عارضوں میں مبتلا ہونے کے باوجود کوٹ بھلوال جیل میں انہیں علاج ومعالجہ کی کوئی معمولی سہولت بھی بہم نہیں پہنچائی گئی۔ محمد اشرف صحرائی کے لخت جگر جنید صحرائی بھی 19 مئی 2020 میں نواکدل سرینگر میں ناجائز بھارتی قبضے کے خلاف لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کرگئے تھے۔

77 برس کے محمد اشرف صحرائی کے لخت جگر جنید صحرائی نے MBA کی ڈگری حاصل کررکھی تھی، بھارتی جبر کے نتیجے میں جنید نے حزب المجاہدین میں شمولیت اختیار کرلی تھی اور پھر اپنی جان بھی اسی راہ میں قربان کی۔ بیٹے کی شہادت کے فوراً بعد جولائی کے مہینے میں محمد اشرف خان صحرائی کو پبلک سیفٹی ایکٹ کے تحت قید کیا گیا تھا۔ ان کی جیل میں شہادت کیساتھ ہی کشمیری نظربندوں کی سلامتی کے بارے میں تشویش مزید بڑھ گئی تھی۔ مقبوضہ جموں وکشمیر کی بارایسوسی ایشن نے جناب صحرائی کی شہادت کو حراستی قتل قرار دیا تھا۔ شہادت کے وقت تک جناب صحرائی تحریک حریت کے سربراہ تھے۔ صحرائی صاحب برسوں بھارتی جیلوں میں گزار چکے ہیں، مودی اور اس کے حواری انہیں جیل کی سلاخوں سے کیا ڈرا سکتے تھے؟ پاکستان کی سابق وزیر برائے انسانی حقوق ڈاکٹر شیریں مزاری نے محمد اشرف صحرائی کی جیل میں شہادت پر ٹویٹ میں لکھا تھا کہ بھارتی فسطائیت اہل کشمیر کو خاموش نہیں کرسکتی۔ محمد اشرف صحرائی جماعت اسلامی کے ان چند رہنماؤں میں شامل ہیں جنہوں نے انتخابی سیاست میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا تاہم موجودہ حالات میں قید کے دوران ان کی شہادت نے ان نظریات کو تقویت پہنچائی ہے جن میں کشمیری نظربندوں کی سلامتی کے بارے میں تشویش کا اظہار کیا جارہا ہے۔ یاد رہے کہ 5 اگست 2019 میں جب مقبوضہ جموں وکشمیر کی خصوصی حیثیت منسوخ کی گئی تو پوری آزادی پسند قیادت اور ان کے کارکنوں کو قید کیا گیا۔ جس کے بعد مقبوضہ جموں کشمیر کی ایک درجن سے زائد جیلوں میں مقید تقریبا پانچ ہزار کشمیری نظربندوں کے بارے میں تشویش بڑھ گئی۔ مقبوضہ جموں کشمیر کی 13 جیلوں میں ہزاروں آزادی پسند مقید ہیں۔ بدنام زمانہ نئی دہلی کی تہاڑ جیل میں بند درجنوں حریت رہنماؤں کے اہلخانہ بار بار اپیل کررہے ہیں کہ انہیں واپس مقبوضہ وادی کشمیر کی جیلوں میں منتقل کیا جائے۔

یقیناً کشمیری عوام محمد اشرف صحرائی کی تحریک آزادی کشمیر کیلئے قابل قدر جدوجہد اور عظیم قربانیوں پر انہیں سلام پیش کرتے ہیں۔ جس نے آخری سانس بھی بھارتی جیل میں رہ کر تحریک آزادی کشمیر سے ایسی وفا نبھائی ہے کہ جس کی حلاوت پانچ برس گزرنے کے باوجود بھی محسوس کی جاتی ہے۔ ان کی تمام عمر بھارت کے غاصبانہ قبضے کے خلاف برسرپیکار رہ کر گزری، کوئی جبر انہیں ان کی راہ سے ہٹا نہیں سکا، اپنے صاحبزادے جنید

صحرائی کی شہادت کا غم بھی انہوں نے ناقابل بیان ہمت سے سہا، وہ آخری دم تک کشمیری عوام کی آزادی اور غاصب بھارتی افواج کے خلاف سینہ تان کر کھڑے رہے۔ان کی جدوجہد تاریخ میں سنہری حروف سے لکھی جائے گی۔کشمیری عوام نے گزشتہ سات اٹھ دہائیوں سے تحریک آزادی میں وہ قربانیاں دی ہیں جن کی مثال حالیہ تاریخ میں شاید ہی کہیں ملتی ہو۔بھارتی جارحیت کیخلاف جدوجہد کرنیوالی کشمیری عوام کی چوتھی نسل اس وقت بھارت کے غاصبانہ قبضے کے خاتمے کیلئے برسرپیکار ہے۔کشمیری عوام میں بھارت سے جلد آزادی حاصل کرنے کا جذبہ کسی صورت مدہم نہیں پڑ چکا ہے اور مودی حکومت کے تمام فسطائی ہتھکنڈے آزادی کی چنگاری کو دبانے میں ناکام ہو چکے ہیں۔محمد اشرف صحرائی اور ان کے خاندان کی تحریک آزادی کشمیر میں عظیم اور لازوال قربانیاں ہیں، جن پر اہل کشمیر کو کل بھی فخر تھا، آج بھی ہے اور آنے والے وقتوں میں بھی ہوگا، بھارت کی قیدوبند کی صعوبتیں ان کے آہنی عزم کو متزلزل نہیں کرسکیں۔محمد اشرف صحرائی عزم صمیم کا پیکر تھے ،یوں بھارت کا جبران کے سامنے پاش پاش ہوگیا۔

تحریک آزادی کیلئے انہوں نے اپنے بیٹے کی شہادت پر کہا،ان کے دوسرے بیٹے بھی شہادت کیلئے تیار ہیں۔جب جنید نے حزب المجاہدین میں شامل ہوکر عسکری جدوجہد کا راستہ اختیار کیا تھا تو قابض بھارتی انتظامیہ نے جناب محمد اشرف صحرائی سے بیٹے کو واپس آنے کی اپیل کرنے کیلئے کہا تھا جس پر اس مردقلندر، حق آگاہ اور اہل بابصرت نے یہ تاریخی الفاظ کہہ کر ہمیشہ کیلئے تاریخ میں امر ہوگئے کہ جب ہم دوسرے بیٹوں کو واپس آنے کی اپیل نہیں کرتے تو میں اپنے بیٹے جنید کو واپس آنے کی کیونکر اپیل کروں گا؟ کیا جنید کا خون دوسرے کشمیری بیٹوں سے قیمتی ہے؟ لہذا میں جنید کو واپس آنے کی اپیل نہیں کروں گا،انہوں نے جو راستہ اختیار کیا ہے، وہ سوچ سمجھ کر ہی اختیار کیا ہے۔ان الفاظ نے جناب محمد اشرف صحرائی کو پوری دنیا کے آزادی پسندوں کی نظروں میں ایسا باعزت مقام اور مرتبہ عطا کیا ہے کہ جس کے بارے میں دوسرے خواہش ہی کرسکتے ہیں،لیکن ایسا مقام ومرتبہ مردکوہستانی جناب اشرف صحرائی کا ہی نصیب ٹھہرا۔

بلاشبہ شہید محمد اشرف خان صحرائی تحریک آزادی کشمیر کے ایک نڈر، بےلوث اور انتہائی مخلص رہنما تھے،وہ ایک شہید بیٹے جنید صحرائی کے والد تھے جبکہ ان کے خاندان کے کئی اور لوگ بھی تحریک آزادی میں جام شہادت نوش کرچکے ہیں۔جن میں ان کا بھتیجا جوکہ حزب المجاہدین کیساتھ وابستہ تھے، 1990 کے اوائل میں شہید ہوچکے ہیں۔ان کا دوسرا بھتیجا نجم الدین خان چند برس قبل مہاجرت کے سفر میں اپنی نذر پوری کرچکے ہیں۔ان کے بڑے بھائی کو شدید تعزیب کا نشانہ بنایا گیا جس کے نتیجے میں، وہ ذہنی طور پر مفلوج ہوگئے اور اسی حال میں اللہ کو پیارے ہوئے۔بھارتی عتاب کا کوڑا مسلسل صحرائی خاندان پر برستا رہا،مگر اس خاندان کو نہ تو ڈرایا جاسکا اور نہ ہی عظیم تر تحریک سے دستبردار کیا جاسکا ہے۔

شہید محمد اشرف صحرائی نے زندگی کا بیشتر حصہ بھارتی جیلوں میں گزارا لیکن ان کے پایہ استقلال میں کبھی کوئی لغزش نہیں آئی، انہوں نے قیدوبند کی صعوبتوں کو اپنے اسلاف کی سنت سمجھ کر برداشت کیا۔اس سے بڑی سعادت کیا ہوگی کہ امام ابوحنیفہ کی طرح ان کا جنازہ بھی جیل سے نکلا۔وہ صرف گفتار کے نہیں بلکہ کردار کے بھی غازی تھے۔شہید محمد اشرف صحرائی اپنے پیچھے عزم وہمت اور قربانیوں کی لازوال داستان چھوڑ گئے اور آخری دم تک تحریک آزادی کشمیر کیساتھ اپنا عہد نبھاتے رہے۔کشمیری قوم اپنے اس عظیم رہنما کی قربانیوں کو ہمیشہ یاد رکھے گی۔ان کی جدوجہد اور قربانی اہل کشمیر کیلئے مشعل راہ ہے۔شہید محمد اشرف صحرائی کی زندگی ایک روشن باب ہے، جو جدوجہد، قربانی اور اصول پسندی کا آئینہ دار تھی۔انہوں نے ہمیشہ کشمیری عوام کے حق خودارادیت کیلئے آواز بلند کی اور اپنی منزل کے حصول کی غرض سے ہر قسم کی قربانی دینے سے کبھی گریز نہیں کیا۔ان کی جدوجہد صرف ظلم وجبر کے خلاف نہیں تھی بلکہ انسانی وقار، مساوات، انصاف اور آزادی کے اصولوں کی بھی حفاظت تھی۔محمد اشرف صحرائی نے اپنی زندگی کو اہل کشمیر کی

خدمت، مظلوموں کی حمایت اور کشمیری عوام کی آزادی کے خواب کی تکمیل کیلئے وقف کیا۔وہ ہمیشہ مظلوم اور محروم طبقوں کیساتھ کھڑے رہے اور اپنی جدوجہد کے دوران خوف یا دباو کو کبھی قبول نہیں کیا۔ان کی قربانی نہ صرف ان کے دور کیلئے مشعل راہ ہے بلکہ آج بھی تحریک آزادی، انسانی حقوق اور عدل وانصاف کے علمبرداروں کیلئے رہنمائی کا سرچشمہ ہے۔ان کی زندگی ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ سچائی اور حق کی راہ میں استقامت، ثابت قدمی اور قربانی ہی حقیقی تبدیلی کی بنیاد ہیں۔محمد اشرف صحرائی کا نام ہمیشہ احترام، یاد اور عزم کیساتھ زندہ رہے گا، اور ان کی جدوجہد ہر آنے والی نسل کیلئے تحریک کا سبب بنی رہے گی۔

شہید محمد اشرف صحرائی ؒ بھارتی قبضے کے خلاف مزاحمت کی علامت ہیں۔محمد اشرف صحرائی جیسے شہدا کشمیری عوام کی جدوجہد آزادی کا حقیقی اثاثہ ہیں۔محمد اشرف صحرائی تحریک آزادی کشمیر کے بطل حریت امام سید علی گیلانی ؒ کے حد درجہ وفادار اور قابل اعتماد دست راست تھے۔اس کے علاوہ شہید اشرف صحرائی پوری زندگی پاکستان کے پرجوش حامی رہے۔محمد اشرف صحرائی جیسے شہدا اپنے خون سے مادر وطن کا مستقبل لکھ رہے ہیں۔

محمد شہباز بڈگامی معروف کشمیری صحافی اور کالم نگار ہیں۔
کشمیر الیوم کیلئے مستقل بنیادوں پر بلامعاوضہ لکھتے ہیں۔

پاکستان کی ثالثی، عالمی سیاست میں ہلچل: مسئلہ کشمیر کے حل کی نئی امید

بھارت اور پاکستان کے مابین ایک بامعنی مذاکراتی عمل کا آغاز ممکن ہوسکتا ہے

اب اگر کشمیر کے مسئلے کو اس عالمی مکالمے میں شامل نہ کیا، تو یہ تاریخی غفلت ہوگی

آج پاکستان ایک ایسے دوراہے پر کھڑا ہے جہاں ایک راستہ عظمت کی طرف جاتا ہے اور دوسرا گمنامی کی طرف

سید عمر اویس گردیزی

شبِ آشوب کے سیاہ دامن میں جب مشرقِ اوسط کے افق پر شعلہ ہائے نزاع نے اپنے پر پھیلائے، تب فلکِ سیاست کے ستارے بھی لرزاں ہو گئے۔ ہوا کے دوش پر ایک عجیب سی کراہ سنائی دینے لگی، جیسے زمین کے سینے میں دفن صدیاں یکا یک بیدار ہو کر نوحہ کناں ہوگئی ہوں۔ ایران کے ریگزار، شام کی ویران گلیاں، اور بیت المقدس کی آہنی فصیلیں، سب ایک ہی داستان دہرا رہی تھیں۔ خون، آہ اور بے بسی کی داستان۔ اور انہی سسکیوں کے درمیان کہیں دور، اسلام آباد کی خاموش فضاؤں میں امید کا ایک مدھم چراغ جلنے لگا۔ یہ چراغ کسی عام روشنی کا مظہر نہ تھا بلکہ ایک ایسی روشنی تھی جس میں صبر کی تپش، حکمت کی گہرائی، اور وقت کے سینے کو چیر دینے والا یقین موجزن تھا۔ جب دنیا کے بڑے ایوانوں میں دھواں بھرا ہوا تھا، جب سمندر بھی بارود کی بو سے لرز رہے تھے، تب ایک شہر، خاموش، سنجیدہ، اور متین، اپنے دامن میں امن کے بیج سمیٹے بیٹھا تھا۔ اسلام آباد، جو بظاہر ایک دارالحکومت ہے، مگر اس لمحے گویا تقدیر کے اوراق پر ایک نئی سطر لکھنے جا رہا تھا۔ اور پھر وہ لمحہ آیا جب تاریخ نے اپنی سانس روک لی، جب دشمن ایک میز پر بیٹھے، جب نفرتوں کے بیچ الفاظ نے پل باندھنے کی جسارت کی، اور جب خون آلود ہاتھوں نے مصافحہ کرنے کی ہمت کی۔ یہ منظر کسی افسانے سے کم نہ تھا، مگر اس افسانے کے پیچھے حقیقت کا وہ بوجھ تھا جس نے دلوں کو لرزا دیا، آنکھوں کو نم کر دیا، اور روحوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔

شرق الاوسط کی سرزمین، جو صدیوں سے تہذیبوں کا گہوارہ رہی، آج ایک ایسی کشمکش کا میدان بن چکی ہے جہاں طاقت اور بقا کی جنگ اپنے عروج پر ہے۔ ایران، امریکہ اور اسرائیل کے مابین بھڑکنے والی اس جنگ نے نہ صرف خطے کو بلکہ پوری دنیا کو ایک لرزہ طاری کر دیا۔ آبنائے ہرمز، جو عالمی تجارت کی شہ رگ تصور کی جاتی ہے، اس کے بند ہونے کے خدشات نے دنیا کی معیشت کو ایسے جھنجھوڑا کہ بازاروں میں خوف کی ایک لہر دوڑ گئی۔ تیل کی قیمتیں آسمان سے باتیں کرنے لگیں، کرنسیوں کی قدر لڑکھڑانے لگی، اور غریب اقوام کی سانسیں بوجھل ہوگئیں۔ یہ جنگ محض ہتھیاروں کی جھنکار نہ تھی بلکہ یہ عالمی نظام کے توازن کو چیلنج کرنے والی ایک قیامت خیز صدا تھی۔ امریکہ، جو خود کو سپر پاور کہلوانے کا عادی ہے، اس بار ایک ایسے دلدل میں اتر چکا تھا جہاں ہر قدم اسے مزید دھنستا جا رہا تھا۔

اسرائیل کی جارحیت نے اس آگ کو مزید بھڑکایا، اور ایران، جو صبر و استقامت کا استعارہ بن چکا ہے، اپنے مخصوص انداز میں جواب دیتا رہا، نہ مکمل خاموشی، نہ مکمل جنگ، بلکہ ایک ایسا توازن جو دشمن کو بے چین رکھے۔ ایسے میں پاکستان کا کردار کسی معجزے سے کم نہ تھا۔ ایک ایسا ملک جو خود اندرونی و بیرونی چیلنجز سے نبرد آزما ہے، اس نے عالمی سفارت کاری کے میدان میں ایک ایسا کارنامہ انجام دیا جس کی مثال صدیوں میں کم ہی ملتی ہے۔

اسلام آباد میں امریکہ اور ایران کے مابین مذاکرات کا انعقاد، وہ بھی ایسے وقت میں جب دنیا جنگ کے دہانے پر کھڑی ہو، ایک غیر معمولی کامیابی ہے۔ امریکی نائب صدر جے ڈی وینس، ایرانی وزیر خارجہ عباس عراقچی، اور ایرانی اسپیکر باقر قالیباف کا ایک میز پر بیٹھنا، یہ محض ایک ملاقات نہ تھی بلکہ تاریخ کے سینے پر ثبت ہونے والا ایک سنہری لمحہ تھا۔ یہ وہ لمحہ تھا جب پاکستان نے دنیا کو یہ باور کروایا کہ طاقت صرف اسلحے میں نہیں بلکہ حکمت اور تدبر میں بھی ہوتی ہے۔ فیلڈ مارشل جنرل سید عاصم منیر کی قیادت اور وزیر اعظم شہباز شریف نے ایک ایسا پل تعمیر کیا جس پر چل کر دشمن بھی بات کرنے پر آمادہ ہو گئے۔

لبنان میں اسرائیلی حملوں کو وقتی طور پر رکوانا، ایران اور امریکہ کے درمیان جنگ بندی میں کردار ادا کرنا یہ سب اس بات کا ثبوت ہے کہ پاکستان نے اس بار تاریخ کا دھارا موڑنے کی جسارت کی ہے۔ ڈونلڈ ٹرمپ، جو کبھی اس جنگ کو ایک آسان فتح سمجھ بیٹھا تھا، آج خود اس آگ میں گھرا ہوا نظر آتا ہے۔ اس کی حکمت عملی، جو ابتدا میں جارحیت پر مبنی تھی، اب دفاعی انداز اختیار کرتی دکھائی دیتی ہے۔ پاکستان کی جانب جھکاؤ، اسلام آباد آنے کے اشارے، یہ سب اس بات کی علامت ہیں کہ امریکہ کو اب اپنی عزت بچانے کے لیے پاکستان کی ضرورت ہے۔ یہ وہ لمحہ ہے جہاں طاقت کا توازن بدلتا ہوا محسوس ہوتا ہے، جہاں ایک کمزور سمجھی جانے والی ریاست ایک طاقتور ملک کے لیے سہارا بن جاتی ہے۔

لبنان میں اسرائیلی حملوں کو وقتی طور پر رکوانا، ایران اور امریکہ کے درمیان جنگ بندی میں کردار ادا کرنا یہ سب اس بات کا ثبوت ہے کہ پاکستان نے اس بار تاریخ کا دھارا موڑنے کی جسارت کی ہے۔ ڈونلڈ ٹرمپ، جو کبھی اس جنگ کو ایک آسان فتح سمجھ بیٹھا تھا، آج خود اس آگ میں گھرا ہوا نظر آتا ہے۔ اس کی حکمت عملی، جو ابتدا میں جارحیت پر مبنی تھی، اب دفاعی انداز اختیار کرتی دکھائی دیتی ہے۔ پاکستان کی جانب جھکاؤ، اسلام آباد

آنے کے اشارے، یہ سب اس بات کی علامت ہیں کہ امریکہ کو اب اپنی عزت بچانے کے لیے پاکستان کی ضرورت ہے۔ یہ وہ لمحہ ہے جہاں طاقت کا توازن بدلتا ہوا محسوس ہوتا ہے، جہاں ایک کمزور سمجھی جانے والی ریاست ایک طاقتور ملک کے لیے سہارا بن جاتی ہے۔

مگر اس تمام تر منظرنامے میں ایک اور داستان بھی چھپی ہوئی ہے، کشمیر کی داستان۔ وہ سرزمین جو دہائیوں سے خون میں نہا رہی ہے، وہ لوگ جو اپنے حق کے لیے قربانیاں دے رہے ہیں، آج بھی انصاف کے منتظر ہیں۔ اگر پاکستان اس موقع کو بروئے کار لاتے ہوئے کشمیر کے مسئلے کو عالمی سطح پر اجاگر کرے، تو شاید تاریخ کا دھارا بدل سکتا ہے۔ یہ وہ لمحہ ہے جس کا انتظار نسلوں نے کیا، یہ وہ موقع ہے جو شاید دوبارہ نہ آئے۔

وہ ساعت نایاب، جو صدیوں کے صبر و سوز کے بعد اقوام کے دامن میں آ گرتی ہے، آج مملکتِ پاکستان کے افق پر ایک ایسی ہی ضیا پاش گھڑی کی صورت جلوہ گر ہے کہ جب زمانۂ سیاست کی بساط پر مہرے اپنی پرانی چالیں بھول کر نئے اضطرار کے اسیر ہو چکے ہیں۔ پہلی بار وہ قوتِ عظمیٰ، جو خود کو تقدیرِ عالم کی مختار سمجھتی تھی، ایک ایسی کیفیتِ احتیاج میں مبتلا دکھائی دیتی ہے جہاں اسے ایک نسبتاً کمزور مگر باوقار ریاست کے در پر دستک دینا پڑ رہی ہے۔ یہ منظر محض حالات کا اتفاق نہیں بلکہ قدرت کے اس خفیہ نظام کا مظہر ہے جس میں مظلوم کی آہ آخرکار طاقت کے ایوانوں تک پہنچ ہی جاتی ہے۔ پس یہی وہ لمحہ ہے کہ جب پاکستان کو چاہیے کہ وہ اپنی سفارتی بصیرت کو بروئے کار لاتے ہوئے مسئلۂ کشمیر کو اس عالمی مکالمے کا جزوِ لاینفک بنا دے، تاکہ دہائیوں سے سلگتا ہوا یہ زخم کسی مرہم کی صورت پا سکے۔

یہ حقیقت اب کسی دلیل کی محتاج نہیں رہی کہ کشمیر کا قضیہ محض ایک خطۂ زمین کا نزاع نہیں بلکہ یہ انسانی وقار، حقِ خودارادیت، اور اجتماعی شعور کی بقا کا مسئلہ ہے۔ کشمیری عوام کی قربانیاں، ان کے لہو سے رنگین وادیاں، اور ان کے خوابوں کی چکنا چور ہوتی تصویریں، یہ سب اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ عالمی ضمیر کو جھنجھوڑا جائے۔ اور جب خود امریکہ، جو ہمیشہ سے اس معاملے میں ایک محتاط تماشائی کا کردار ادا کرتا آیا ہے، آج پاکستان کی وساطت کا طالب نظر آ رہا ہے، تو یہ وہ ساعت ہے جسے ضائع کرنا گویا تاریخ کے ساتھ ایک ناانصافی کے مترادف ہوگا۔ یہی وہ موقع ہے کہ پاکستان اپنے دیرینہ موقف کو نہ صرف دہرائے بلکہ اسے ایک عملی ایجنڈے میں ڈھال کر دنیا کے سامنے رکھے۔

مزید برآں، یہ امر بھی قابل غور ہے کہ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ، جو ماضی میں مسئلۂ کشمیر پر ثالثی کی پیشکش کو قبول کر چکے تھے، آج ایک بار پھر اسی دروازے کی طرف مراجعت پر آمادہ دکھائی دیتے ہیں۔ اگرچہ اس آمادگی کے پس پردہ مجبوریوں کا عنصر غالب ہے، مگر تاریخ کا جبر اکثر انہی مجبوریوں کو مواقع میں ڈھال دیتا ہے۔ پاکستان کو چاہیے کہ وہ اس پیشکش کو محض ایک بیان کی حد تک نہ رہنے دے بلکہ اسے ایک مربوط سفارتی حکمتِ عملی کا حصہ بنائے، تاکہ بھارت اور پاکستان کے مابین ایک بامعنی مذاکراتی عمل کا آغاز ممکن ہو سکے۔ کیونکہ یہ وہ مرحلہ ہے جہاں الفاظ محض سفارتی بیانات نہیں بلکہ تقدیر کے فیصلے بن سکتے ہیں۔ یہاں ایک اور پہلو بھی نہایت اہمیت کا حامل ہے، اور وہ ہے بھارت کی بڑھتی ہوئی بے چینی اور اضطراب۔ اس کی چیخیں، اس کے سفارتی احتجاج، اور اس کی بے قراری اس امر کی واضح دلیل ہیں کہ اگر پاکستان اس موقع کو کامیابی سے استعمال کرلے تو مسئلۂ کشمیر عالمی توجہ کا مرکز بن سکتا ہے۔ بھارت بخوبی جانتا ہے کہ اگر امریکہ اس قضیے میں عملی دلچسپی لینے لگے تو اس کے لیے اپنے دیرینہ موقف کو برقرار رکھنا مشکل ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہر ممکن کوشش کر رہا ہے کہ اس امکان کو ابتدائی مراحل ہی میں ناکام بنا دیا جائے۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا پاکستان اس دباؤ کے سامنے جھک جائے گا یا اپنے اصولی موقف پر قائم رہتے ہوئے تاریخ کا رخ موڑنے کی جسارت کرے گا؟ بھارت کی بے چینی، اس کی چیخیں، اس کا اضطراب، سب اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اگر پاکستان کامیاب ہو گیا تو کشمیر کا مسئلہ عالمی ایجنڈے پر آ جائے گا۔ اور یہی وہ چیز ہے جس سے بھارت خائف ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا پاکستان اس موقع کو پہچان پائے گا؟ کیا وہ اس لمحے کو تاریخ کے سنہرے باب میں بدل سکے گا، یا یہ بھی ایک حسرت بن کر رہ جائے گا؟

یہ حقیقت اب کسی دلیل کی محتاج نہیں رہی کہ کشمیر کا قضیہ محض ایک خطۂ زمین کا نزاع نہیں بلکہ یہ انسانی وقار، حقِ خودارادیت، اور اجتماعی شعور کی بقا کا مسئلہ ہے۔ کشمیری عوام کی قربانیاں، ان کے لہو سے رنگین وادیاں، اور ان کے خوابوں کی چکنا چور ہوتی تصویریں، یہ سب اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ عالمی ضمیر کو جھنجھوڑا جائے۔ اور جب خود امریکہ، جو ہمیشہ سے اس معاملے میں ایک محتاط تماشائی کا کردار ادا کرتا آیا ہے، آج پاکستان کی وساطت کا طالب نظر آ رہا ہے، تو یہ وہ ساعت ہے جسے ضائع کرنا گویا تاریخ کے ساتھ ایک ناانصافی کے مترادف ہوگا۔

پس، اے اربابِ اختیار و اہلِ بصیرت! یہ وہ لمحہ ہے جو صدیوں میں ایک بار نصیب ہوتا ہے، یہ وہ در ہے جو بار بار نہیں کھٹکھٹاتا۔ اگر آج پاکستان نے اس موقع کو ضائع کر دیا، اگر اس نے کشمیر کے مسئلے کو اس عالمی مکالمے میں شامل نہ کیا، تو بعید نہیں کہ آنے والی نسلیں اسے ایک ایسی غفلت کے طور پر یاد کریں جس نے ان کے مقدر کو دہائیوں پیچھے دھکیل دیا۔ مگر اگر اس نے ہمت کی، اگر اس نے اس لمحے کو تھام لیا، تو شاید وہ دن دور نہیں جب وادیٔ کشمیر کے زخموں پر مرہم رکھا جائے گا، جب وہاں کی فضائیں آزادی کے نغمے گائیں گی، اور جب تاریخ یہ گواہی دے گی کہ ایک قوم نے اپنے عزم و استقلال سے ناممکن کو ممکن بنا دیا۔ آخرالامر، یہ تمام داستان ہمیں ایک ہی حقیقت کی طرف لے جاتی ہے، کہ قوموں کی تقدیر چند لمحوں کے فیصلوں میں پوشیدہ ہوتی ہے۔ آج پاکستان ایک ایسے دوراہے پر کھڑا ہے جہاں ایک راستہ عظمت کی طرف جاتا ہے اور دوسرا گمنامی کی طرف۔ اگر اس نے اس موقع کو پہچان لیا، اگر اس نے کشمیر کے مسئلے کو عالمی سطح پر اجاگر کر دیا، تو شاید آنے والی نسلیں اسے فخر سے یاد کریں گی۔ ورنہ یہ لمحہ بھی وقت کی گرد میں کھو جائے گا، اور ہم ایک بار پھر دہائیوں تک انتظار کی اذیت سہتے رہیں گے۔ یہ وقت ہے، یہ موقع ہے، یہ آزمائش ہے، اور شاید یہی وہ لمحہ ہے جس کے لیے تاریخ نے پاکستان کو چنا ہے۔

جپھی ۔۔۔۔ مہنگی پڑ سکتی ہے!!!

محمد احسان مہر

نریندر مودی تل ابیب ایئر پورٹ پر جس طمطراق سے اسرائیلی وزیراعظم نیتن یاہو سے زبردستی گلے مل (جپھی ڈال) رہے تھے عالمی میڈیا پر اسکا چرچا تو ہونا ہی تھا، یہ ملاقات 2 عالمی دہشت گرد ریاستوں کے سربراہان کی اسلام اور مسلمانوں سے دشمنی کے تناظر میں مشترکہ ماضی، حال اور مشترکہ مستقبل کی نظریاتی وابستگی عیاں کرنے کیلئے کافی مقبول ثابت ہوئی، اسلام اور مسلمانوں سے نفرت اور تعصب کی بنیاد پر دنیا کے امن وسلامتی کو عدم واستحکام سے دوچار کر کے جس طرح امریکہ اور اسرائیل نے مشرق وُسطیٰ کو تباہی کے دھانے پر لاکھڑا کیا ہے بھارتی وزیراعظم مودی بھی فطری طور پر اس تباہی وبربادی کے گٹھ جوڑ سے کسی طرح جنوبی ایشیاء کو بھی پیچھے نہیں رکھنا چاہتے۔

مودی بھارت میں سیاسی، آزادی اظہار رائے اور اختلافی آوازوں کو دبانے کیلئے (U,A,P,A) جیسے کالے قوانین کا سہارا لیکر اب کشمیری خواتین رہنماؤں کو بھی سزائیں دے رہے ہیں، مودی گجرات کے قصائی کے طور پر کوئی کم شہرت نہیں رکھتے لیکن پھر بھی وہ عالمی دہشت گرد (عالمی عدالت انصاف کو مطلوب) نیتن یاہو سے جَپھی ڈال کر مسلمانوں سے نفرت، تعصب اور فطری اتحادی ہونے کا پیغام دے رہے ہیں، نفرت اور تعصب کی ایسی ہی ایک مثال اس وقت سامنے آئی جب دہلی کی عدالت نے مقبوضہ جموں وکشمیر میں سیاسی، اختلافی اور حق خود ارادیت کی آوازوں کو دبانے کیلئے 62 سالہ آسیہ اندرابی کو عمر قید، اور ان کے ساتھ بھارتی جیلوں میں قید فہمیدہ صوفی اور ناہیدہ نسرین کو 30/30 سال کی سزا سنادی، یہ کشمیری خواتین رہنما اور کشمیری لیڈر شبیر شاہ، ڈاکٹر قاسم فکتو 3 دہائیوں سے زائد عرصے سے بھارتی جیلوں میں قید ہیں، ہندوتوا نظریات کے نیچے دبی بھارتی عدالتیں غیر منصفانہ طریقے سے کشمیریوں کو سزائیں سنا کر جنوبی ایشیائی خطے میں

کشیدگی کو بڑھانے کا سبب بن رہی ہیں۔ مودی کی حکومت نے جب پہلے ہی بھارت میں مسلمانوں اور اقلیتوں کیلئے عرصہ حیات تنگ کر رکھا ہے ایسے میں کشمیری رہنماؤں کو غیر منصفانہ سزائیں دینے کا بھارتی اقدام خطے کو مزید عدم استحکام کی طرف دھکیل کر بڑے خطرات سے دوچار سکتا ہے، مسلمانوں کے ساتھ تعصب برتنے، اُنہیں سیاسی اور معاشی طور پر پیچھے دھکیلنے پر ہندوتوا بھارتی سرکار کو عالمی سطح پر شدید تنقید کا سامنا ہے۔ مشرق وُسطیٰ میں امریکہ کی نکیل پکڑ کر اسرائیل نے خلیجی ریاستوں میں تباہی وبربادی کے جو (گُل) کھلائے ہیں، نریندر مُودی بھی جنوبی ایشیاء میں اُسی نفرت اور سازشوں کے درمیان؛ کشیدہ حالات میں؛ پہلگام واقعہ کی طرز پر کسی نئے فالس فلیگ آپریشن کی کوششوں میں مصروف نظر آتے ہیں، آگ سے کھیلنے جیسے خطرناک بھارتی عزائم اسکی چھوٹی سی غلطی سے پورے خطے کو جنگ کے انگاروں پر دھکیل سکتے ہیں، یہ واضح رہے کہ پہلگام واقعہ کے بعد 2800 سے زائد کشمیری نوجوانوں کو گرفتار کیا جاچکا ہے، میڈیاء اطلاعات کیمطابق اس (آپریشن) کیلئے کشمیر میں گرفتار اور بھارتی جیلوں میں قید بے گناہ مسلمان قیدیوں کو بھی بھارتی (مذموم مقاصد) کیلئے استعمال کیا جا سکتا ہے، جبکہ آپریشن سُندور کے نتیجے میں بھارت اس کی ایک فصل کاٹ بھی چکا ہے۔ لیکن بھارت داخلی کمزوریوں کو چھپانے اور بیرونی کشیدگی بڑھانے کیلئے بلاجواز ہوا دے رہا ہے۔ نریندر مودی یتن یاہو سے جپھی ڈال کر مسلمانوں کو تباہی وبربادی کا جو پیغام دینا چاہ رہے ہیں اس سے کون واقف نہیں، مودی؛ ہندوء توا نظریات اور فسطایت کے پیغام کو عملی جامہ پہنانے کیلئے بھارت میں مسلمانوں اور اقلیتوں کے ساتھ ظلم وناانصافی کا جو ماحول بنا رہے ہیں مستقبل قریب میں وہ بھارت کو بھی مہنگا پڑنے والا ہے۔ بھارت کی، متعدد ریاستوں میں علیحدگی پسند تحریکیں اور سکھ برادری کا مختلف مما لک میں بھارت سے علیحدگی کیلئے ریفرنڈم کا انعقاد سنجیدہ حالات کی نوعیت سمجھنے کیلئے کافی ہے۔ لیکن اُس وقت شاید یہ (مودی) اقتدار میں نہ ہو، اس طرح مودی، نیتن یاہو کی جپھی عالمی امن کیلئے خطرہ تو ہے ہی یہ بھارت کو بھی مہنگی پڑ سکتی ہے۔ بھارت میں ہندو انتہاء پسند گروہ مساجد، چرچ پر حملوں، مسلمانوں پر تشدد میں ملوث پائے گئے ہیں۔ بھارتی ریاست اتر پردیش کے وزیراعلیٰ یوگی آدتیہ ناتھ نے مسلمانوں کو شناخت کر کے ریاست سے چُن چُن کر بے دخل کرنے اور اُونچی آواز میں عبادت پر پابندی کا فیصلہ کیا ہے، پُر تشدد ہجوم کے ہاتھوں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی ہلاکتوں اور تشدد کے واقعات کو عالمی برادری سے چھپایا نہیں جاسکتا، اور ایسے واقعات کو جب سرکاری سر پرستی حاصل ہو تو یہ بھارت کے اندرونی استحکام کے لیئے زیادہ خطرناک ہوسکتا ہے، لیکن عالمی برادری کے سامنے بھارت میں غیر قانونی اقدام رپورٹ کرنا، مسلمانوں اور اقلیتوں کیخلاف جرائم کی رپوٹنگ کرنے پر صحافیوں کو دھمکیوں اور مقدمات کا سامنا بھی کرنا پڑ رہا ہے بھارت، اسرائیل ریاستی گٹھ جوڑ کی دوسری مثال اُس وقت سامنے آئی جب دہلی کی عدالت کشمیری رہنماؤں کو غیر منصفانہ سزائیں سنا رہی تھی اُس وقت اسرائیل میں فلسطینیوں کو سزائے موت کا قانون منظور کیا جارہا تھا، اور یہ کیسا بھونڈا اتفاق ہے کہ جسطرح ناجائز اسرائیلی ریاست کی کوئی قانونی سرحد نہیں، اسی طرح مودی کی اخلاقی حدود و قیود کی کوئی حد نہیں، لیکن پھر بھی گریٹر اسرائیل اور

بھارت میں ہندو انتہاء پسند گروہ مساجد، چرچ پر حملوں، مسلمانوں پر تشدد میں ملوث پائے گئے ہیں۔ بھارتی ریاست اتر پردیش کے وزیراعلیٰ یوگی آدتیہ ناتھ نے مسلمانوں کو شناخت کر کے ریاست سے چُن چُن کر بے دخل کرنے اور اُونچی آواز میں عبادت پر پابندی کا فیصلہ کیا ہے، پُرتشدد ہجوم کے ہاتھوں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی ہلاکتوں اور تشدد کے واقعات کو عالمی برادری سے چھپایا نہیں جاسکتا، اور ایسے واقعات کو جب سرکاری سر پرستی حاصل ہو تو یہ بھارت کے اندرونی استحکام کے لیئے زیادہ خطرناک ہوسکتا ہے۔

اکھنڈ بھارت کا سپنا دیکھتے ہوئے وہ (دونوں) ذرا نہیں شرماتے۔

بھارتی سرکار اور مودی کے غیر اخلاقی، غیر قانونی اقدامات کی عالمی سطح پر سبکی اور سفارتی تنہائی سے مایوس حالات: کی نشاندہی کرتے ہوئے انڈین نیشنل کانگرس پارٹی کی ترجمان سپریا شرینت مودی پر برس پڑیں، اور (سخت الفاظ استعمال کرتے ہوئے) کہنے لگیں کہ مودی جی کا کبھی کبھی کر کے ایک پاگل کے ساتھ پاگل پن اور زبردستی سے گلے ملنا اور فوٹو کھنچوانے نے بھارت کو کہیں کا نہیں چھوڑا۔۔۔۔۔ ایران امریکہ، اسرائیل جنگ کی شدت کے حساس ترین موقع پر جنگ بندی کیلئے پاکستان کی عالمی سطح پر مضبوط، کامیاب سفارتکاری کے دوران بھارت کی خاموشی بھی عالمی اور علاقائی سطح پر بھارت کے امن واستحکام کے کردار پر بڑا سوالیہ نشان ہے۔ B,B,C کے مطابق مودی حکومت اسرائیل کے قریب سفارتی توازن برقرار نہ رکھ سکی، مودی پاکستان کو تنہا کرنا چاہتے تھے لیکن خود تنہا ہو گئے، بھارت کی خارجہ پالیسی کا اسرائیل کی طرف جھکاؤ، 2 ارب ڈالر کا اسلحہ خریداری، انٹیلی جنس فراہمی کا معاہدہ، توسیع پسندانہ (اکھنڈ بھارت) عزائم، ہمسایہ ممالک میں بے جامداخلت، اقوام متحدہ کی قرادادوں کو نظر انداز کرنا، کشمیر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں، سیاسی قدغن اور زبان بندی، ماورائے عدالت قتل، بھارت کی ریاستی دہشتگردی، مشرق وسطیٰ کی جنگ سے چند دن پہلے مودی کا دورہ اسرائیل اور جنگ کی حمایت نے بھارت کو ایک نئے (عالمی تنہائی) کے بحران میں دھکیل دیا ہے۔ ایک ایسے وقت جب مشرق وسطیٰ کا تازہ تیسری عالمی جنگ کی طرف تیزی سے بڑھ رہا تھا، دوطرفہ رابطوں اور اعتماد سازی سے ایران، امریکہ جنگ بندی میں پاکستان کا ڈپلومیسی (پیغامات کی تبادلہ سازی) کا کردار اور فریقین کا اسلام آباد میں مذکرات کے آغاز سے پاکستان نے دنیا میں امن و سلامتی کے پیغام اور خطے کی ترقی وخوشحالی کی بنیاد رکھ دی ہے،

اقوام متحدہ، چین، روس، یورپی یونین اور دنیا بھر کے ممالک پاکستان کی تعمیری ثالثی کے کردار اور مخلصانہ کوششوں کے معترف ہیں کہ پاکستان نے عالمی تجارت، معیشت، توانائی کے بحران پر قابو پانے اور قیمتی انسانی جانوں کو بچانے کیلئے ایک مثبت اور ذمہ دارانہ ریاست کا کردار ادا کیا ہے، ایران، امریکہ جنگ بندی ختم ہونے سے پہلے ہی پاکستان کی سفارتی کوششوں اور ثالثی میں بڑی پیش رفت اس وقت سامنے آئی جب اسرائیل، لبنان جنگ بندی کے اعلان کے بعد ایران نے بین الاقوامی سمندری گزگاہ؛ آبنائے ہُرمز؛ کھولنے کا اعلان کر دیا، جس کے فوری بعد امریکہ نے ایران کے منجمد اثاثوں سے 20 ارب ڈالر کے اثاثے جاری کرنے کا اعلان کیا ہے، امریکی میڈیا کے مطابق اسکے بدلے میں ایران افزودہ یورینیم کے ذخائر سے دستبردار ہو گا، لیکن صدر ٹرمپ کسی بھی مالی لین دین کی نفی کر رہے ہیں، بحرحال یہ طویل پراسس ہو گا، ظاہر ہے 47 سال کے تنازعات حل ہونے میں وقت تو لگے گا۔

اب جبکہ علاقائی طاقتیں مشرق وسطیٰ کی جنگ سے باعزت امریکی واپسی کی راہیں ہموار کر رہیں ہیں، اور مودی اُسی خمار میں مدہوش لیکن کسی گمشدہ اکھنڈ بھارت کے سپنے کو ٹوٹا ہوا دیکھ رہے ہیں، وہ سوچ رہے ہوں گے کہ جدید ترین دفائی نظام، طاقتور بحری بیڑے، دنیا کی سپر پاور اور اس کے ؛بگڑے بغل بچے؛ کا 5 دہائیوں سے مالی، عسکری، معاشی اور اقتصادی پابندیوں میں جکڑے ایران نے ایسی دُرگت بنائی ہے کہ امریکہ اور اسرائیل کُھل کر رو سکتے ہیں نہ کسی کو بتا سکتے ہیں۔

مشرق وسطیٰ میں گریٹر اسرائیل کی ادھوری خواہش فلسطینیوں کی نسل کشی، غزہ کی تباہی، خطے کے امن واستحکام کو بار بار خطرات سے دوچار کرنے جیسے اسرائیلی مکروہ عزائم کے پیچھے امریکی پشت پناہی نے عالمی برادری کو امریکی کردار اور اسرائیل سے بیزار کر دیا ہے، ہوسکتا ہے عالمی برادری امریکی اجارہ داری کے بغیر کسی نئے نظام کی طرف نکل آئے۔ بھارت کی دنیا بھر میں منفی سرگرمیاں، کشمیر میں غیر قانونی اقدامات، بنیادی انسانی حقوق اور عالمی قوانین کی خلاف ورزیاں عالمی سطح پر تنہائی کا

سبب بن رہی ہیں، نیتن یاہو اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ دوسروں کے گھروں میں بم پھوڑنے سے شُرلیاں اپنے گھر کا بھی رخ کر سکتی ہیں، لیکن نیتن یاہو سے جپھی کا خمار (شائید) مودی ابھی تک نہیں بھول پائے، اور کشمیری رہنماؤ کو سزائیں سنا کر خطے میں اشتعال انگیز صورتحال پیدا کر رہے ہیں۔ اب جبکہ علاقائی طاقتیں مشرق وسطیٰ کی جنگ سے باعزت امریکی واپسی کی راہیں ہموار کر رہیں ہیں، اور مودی اُسی خمار میں مدہوش لیکن کسی گمشدہ اکھنڈ بھارت کے سپنے کو ٹوٹا ہوا دیکھ رہے ہیں، وہ سوچ رہے ہوں گے کہ جدید ترین دفائی نظام، طاقتور بحری بیڑے، دنیا کی سپر پاور اور اس کے ؛بگڑے بغل بچے؛ کا 5 دہائیوں سے مالی، عسکری، معاشی اور اقتصادی پابندیوں میں جکڑے ایران نے ایسی دُرگت بنائی ہے کہ امریکہ اور اسرائیل کُھل کر رو سکتے ہیں نہ کسی کو بتا سکتے ہیں۔ مشرق وسطیٰ کی جنگ تنازع سے زیادہ ایک ضد تھی، جو صیہونی اور عالمی استعماری طاقتوں نے حقائق نظر انداز کر کے اپنے دل میں پال رکھی ہے، جو مسلمانوں کو جدید ٹیکنالوجی، مالی خود انحصاری اور دفاعی میدان میں خود کفیل نہیں دیکھ سکتے، ویسے بھی جب بندر نے فصل اجاڑنا ہوتی ہے تو وہ کچے، پکے پھل تھوڑی دیکھتا ہے۔ جنوبی ایشیاء میں بھارت بھی کشمیر کی آئینی، قانونی، جغرافیائی حقیقت اور نظریاتی رجحان نظر انداز کر کے اسلام اور پاکستان مخالفت کی ضد میں آگے بڑھ رہا ہے، ایسے میں بھارتی دانشور گودی میڈیا پر، ہاہا کار، اور چیخ وپکار کر کے حقائق مسخ کرنے کے بجائے مودی کو خطے کے امن وسلامتی کی خاطر مسئلہ کشمیر اور علاقائی تنازعات حل کرنے کی ترغیب دیں، مودی جان بوجھ کر پہلے سے کشیدہ حالات کو طاقت، ہٹ دھرمی اور غلط فیصلوں کے زور پر اشتعال انگیز صورتحال کی طرف دھکیل رہے ہیں، انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ کوئی بھی مسئلہ، اختلافات اور تنازعات طاقت سے نہیں بات چیت اور سفارتکاری سے حل کیے جاسکتے ہیں، وہ یہ کیوں بھول رہے ہیں کہ ڈھٹائی، بے شرمی، زبردستی سے آپ جھپی کر کے کسی کو جپھی تو ڈال سکتے ہیں، لیکن زبردستی سے کسی کو جنگ میں گھسیٹنا۔۔۔۔۔ یہ مہنگا پڑ سکتا ہے۔

شہید محمد اشرف صحرائیؒ: جدوجہد آزادی کا استعارہ

غازی سہیل خان بلتستانی

مقبوضہ جموں وکشمیر کی تحریکِ آزادی میں کئی ایسے نام ہیں جو قربانی، استقامت اور نظریاتی پختگی کی علامت بن چکے ہیں۔ ان میں سے ایک روشن ستارہ تھا محمد اشرف خان، جنہیں صحرائی کے لقب سے جانا جاتا ہے۔ 5 مئی 2021 کو بھارتی جیل میں دوران حراست ان کی شہادت نے نہ صرف کشمیری عوام کے دلوں میں ایک نئی لہر پیدا کی بلکہ اس بات کا ثبوت بھی پیش کیا کہ بھارتی ریاست آزادی پسند کشمیری قیادت کو جسمانی طور پر ختم کرنے کی پالیسی پر عمل پیرا ہے۔ پانچ برس گزرنے کے باوجود شہید صحرائی کی جدوجہد، ان کی قربانیاں اور ان کے خاندان کا عزم آج بھی کشمیری نوجوانوں کے لیے مشعل راہ ہے۔

محمد اشرف صحرائی 1944ء میں ضلع کپواڑہ کے لولاب علاقے کے ٹکی پورہ گاؤں میں پیدا ہوئے۔ ان کا بچپن اور نوجوانی کشمیر کی اس فضا میں گزری جہاں بھارتی قبضے کے خلاف مزاحمت کی چنگاریاں جل رہی تھیں۔ ابتدائی تعلیم مقامی مدارس سے حاصل کرنے کے بعد انہوں نے اعلیٰ تعلیم کے لیے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا رخ کیا، جہاں سے انہوں نے اردو ادب میں ماسٹرز کی ڈگری حاصل کی۔ تعلیم کے دوران ہی ان میں قوم پرستی، اسلامی اقدار اور حق خودارادیت کا شعور پروان چڑھا۔ 1960ء کی دہائی میں وہ جماعت اسلامی جموں وکشمیر سے منسلک ہو گئے اور جلد ہی اس تنظیم کے فعال کارکن بن گئے۔

ان کی سیاسی جدوجہد کا باقاعدہ آغاز 1965ء میں ہوا۔ انہیں حکومت مخالف ایک تقریر کرنے کے نتیجے میں گرفتار کیا گیا۔ تقریباً بیس ماہ مرکزی جیل سری نگر میں

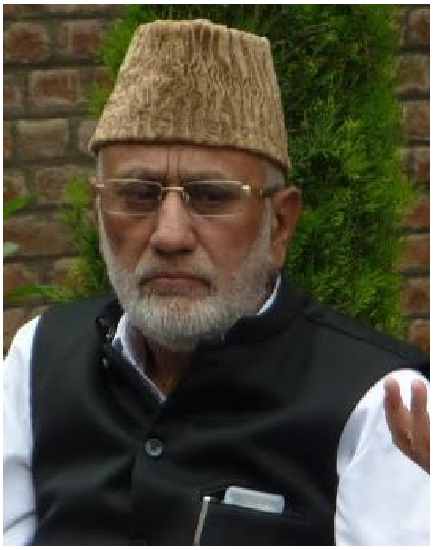

قید رہنے کے بعد رہا ہوئے۔ اس ابتدائی تجربے نے انہیں قید و بند کی صعوبتوں سے روشناس کرایا، مگر ان کی حوصلہ افزائی کا باعث بھی بنا۔ آگے چل کر وہ اسلامی جمعیت الطلبہ کے ناظمِ اعلیٰ بنے۔ وہ جماعت کے سیکرٹری جنرل اور قائم مقام امیر بھی رہے۔۔ وہ ایک فکری اور تنظیمی شخصیت تھے جو نہ صرف تقریروں سے بلکہ عملی کاموں سے بھی لوگوں کو متاثر کرتے تھے۔ کپواڑہ اور لولاب جیسے علاقوں میں جماعت کی تنظیمی سرگرمیاں انہی کی قیادت میں منظم ہوئیں۔

1960ء اور 1970ء کی دہائیوں میں بھارتی ریاست نے کشمیری عوام پر دباؤ بڑھایا تو محمد اشرف صحرائی نے پرامن مزاحمت کا راستہ اختیار کیا۔ وہ ہمیشہ اس بات پر زور دیتے کہ مسئلہ کشمیر زمینی تنازع نہیں بلکہ کشمیری قوم کا حق خودارادیت کا بنیادی مسئلہ ہے۔ ان کے نزدیک آزادی کا مطلب صرف بھارتی قبضے سے نجات نہیں بلکہ ایک خودمختار، اسلامی اقدار پر مبنی ریاست کا قیام تھا جو کشمیری عوام کی مرضی اور خواہشات کی عکاسی کرے۔

سید علی شاہ گیلانیؒ جیسے بزرگ رہنما کے قریبی ساتھی کے طور پر محمد اشرف صحرائی نے تحریک حریت جموں و کشمیر میں اہم کردار ادا کیا۔ جب گیلانی صاحب کی صحت نے امارت سے علیحدگی اختیار کرنے پر مجبور کیا تو 23 مارچ 2018ء کو محمد اشرف صحرائی کو تحریک حریت کا چیئرمین مقرر کیا گیا۔ اس عہدے پر فائز ہونے کے بعد انہوں نے بھارت کے ظلم و جبر کے خلاف بے خوف آواز بلند کی۔ انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں، جبری گمشدگیوں، نوجوانوں کے قتل عام اور بھارتی فورسز کی زیادتیوں کی مذمت کرتے رہے۔ وہ بار بار نظربند کیے گئے، مگر ہر بار جیل سے نکل کر مزید

> ان کی زندگی کا سب سے تکلیف دہ اور دردناک باب ان کے بیٹے جنید اشرف صحرائی کی شہادت سے جڑا ہے۔ جنید صاحب نے ایم بی اے کی ڈگری حاصل کی تھی اور ایک تعلیم یافتہ نوجوان تھے۔ بھارتی جبر اور کشمیری نوجوانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم نے انہیں مسلح جدوجہد کی طرف مائل کیا۔ وہ حزب المجاہدین سے منسلک ہو گئے۔ 19 مئی 2020ء کو نواکدل، سری نگر میں ایک معرکے کے دوران بھارتی فورسز کے ساتھ جھڑپ میں جنید صحرائی شہید ہو گئے۔ اس خبر نے پورے کشمیر کو ہلا کر رکھ دیا۔

جوش وخروش کے ساتھ جدو جہد جاری رکھی۔

ان کی زندگی کا سب سے تکلیف دہ اور دردناک باب ان کے بیٹے جنید اشرف صحرائی کی شہادت سے جڑا ہے۔ جنید صاحب نے ایم بی اے کی ڈگری حاصل کی تھی اور ایک تعلیم یافتہ نوجوان تھے۔ بھارتی جبر اور کشمیری نوجوانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم نے انہیں مسلح جدوجہد کی طرف مائل کیا۔ وہ حزب المجاہدین سے منسلک ہو گئے۔ 19 مئی 2020ء کو نواکدل، سری نگر میں ایک معرکے کے دوران بھارتی فورسز کے ساتھ جھڑپ میں جنید صحرائی شہید ہو گئے۔ اس خبر نے پورے کشمیر کو ہلا کر رکھ دیا۔

> جب انہیں بیٹے کی شہادت کی خبر ملی تو وہ اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے ایک نظم سناتے نظر آئے جس کا ایک مصرع تھا: ”خدا کا شکر ہے یوں خاتمہ بل خیر ہونا تھا“۔ بھارتی انتظامیہ نے ان سے بیٹے کو واپس آنے کی اپیل کرنے کا مطالبہ کیا تو انہوں نے تاریخی الفاظ کہے: ”جب ہم دوسرے بیٹوں کو واپس آنے کی اپیل نہیں کرتے تو جنید کو واپس آنے کی اپیل کیوں کروں؟ کیا جنید کا خون دوسرے کشمیری بیٹوں سے زیادہ قیمتی ہے؟“

اس موقع پر محمد اشرف صحرائی کا رویہ کشمیری قوم کے لیے ایک تاریخی سبق بن گیا۔ جب انہیں بیٹے کی شہادت کی خبر ملی تو وہ اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے ایک نظم سناتے نظر آئے جس کا ایک مصرع تھا: ”خدا کا شکر ہے یوں خاتمہ بل خیر ہونا تھا“۔ بھارتی انتظامیہ نے ان سے بیٹے کو واپس آنے کی اپیل کرنے کا مطالبہ کیا تو انہوں نے تاریخی الفاظ کہے: ”جب ہم دوسرے بیٹوں کو واپس آنے کی اپیل نہیں کرتے تو جنید کو واپس آنے کی اپیل کیوں کروں؟ کیا جنید کا خون دوسرے کشمیری بیٹوں سے زیادہ قیمتی ہے؟“

یہ الفاظ صرف ایک باپ کے نہیں بلکہ ایک قومی رہنما کے تھے جس نے ذاتی غم کو قومی جدو جہد کے سامنے قربان کر دیا۔ بیٹے کی شہادت کے فوراً بعد جولائی 2020ء میں ان پر پبلک سیفٹی ایکٹ (PSA) کے تحت مقدمہ درج کر کے گرفتار کر لیا گیا۔ پہلے کوٹ بھلوال جیل جموں اور پھر ادھمپور جیل منتقل کیا گیا۔ اس وقت ان کی عمر 77 برس تھی۔ جیل میں انہیں بنیادی طبی سہولیات سے بھی محروم رکھا گیا۔ متعدد امراض میں مبتلا ہونے کے باوجود مناسب علاج نہ دیا گیا۔ جب ان کی حالت انتہائی خراب ہوئی تو 4 مئی 2021ء کو ہتھکڑیاں لگا کر بے ہوشی کی حالت میں ہسپتال منتقل کیا گیا۔ اگلے دن 5 مئی 2021ء کو وہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔

ان کی شہادت کو کشمیری عوام، انسانی حقوق کی تنظیموں اور مقبوضہ کشمیر کی بار ایسوسی ایشن نے ”حراستی قتل“ قرار دیا۔ اہل خانہ کو ان کی بگڑتی صحت کی اطلاع بھی نہیں دی گئی۔ میت راتوں رات لولاب پہنچائی گئی اور صرف 20 افراد کو جنازے میں شرکت کی اجازت دی گئی۔ تاہم کشمیر کی تمام مساجد میں غائبانہ نماز جنازہ ادا کی گئی۔ آزاد کشمیر اور پاکستان میں بھی بڑے پیمانے پر غائبانہ نمازوں کا اہتمام کیا گیا۔

> شہید محمد اشرف صحرائی کی جدو جہد صرف سیاسی نہیں تھی بلکہ اخلاقی، نظریاتی اور انسانی تھی۔ وہ پرامن مزاحمت کے حامی تھے مگر بھارتی جبر کے سامنے جھکنے کو ہمیشہ مسترد کرتے تھے۔ ان کی زندگی سادگی، استقامت اور اصول پسندی کی مثال تھی۔ وہ کئی دہائیوں تک بھارتی جیلوں میں رہے۔ مجموعی طور پر تقریباً سولہ سال مختلف جیلوں میں گزارے۔ مگر قید نے ان کے عزم کو کمزور نہیں کیا بلکہ مزید پختہ کیا۔ وہ کہتے تھے کہ قید و بند ہمارے اسلاف کی سنت ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کی طرح ان کا جنازہ بھی جیل سے نکلا۔

شہید صحرائی کی شہادت نے کشمیری نظربندوں کی سلامتی پر ایک نئی بحث چھیڑ دی۔ 5 اگست 2019ء کے بعد جب بھارت نے جموں وکشمیر کی خصوصی حیثیت ختم کی تو ہزاروں آزادی پسند رہنما اور کارکن مختلف جیلوں میں قید کر دیے گئے۔ تہاڑ جیل دہلی سمیت 13 جیلوں میں ہزاروں کشمیری نوجوان اور رہنما بند ہیں۔ شہید صحرائی کی شہادت نے ثابت کیا کہ بھارتی ریاست قیدیوں کو علاج سے محروم رکھ کر انہیں خاموش کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔

شہید محمد اشرف صحرائی کی جدو جہد صرف سیاسی نہیں تھی بلکہ اخلاقی، نظریاتی اور انسانی تھی۔ وہ پرامن مزاحمت کے حامی تھے مگر بھارتی جبر کے سامنے جھکنے کو ہمیشہ مسترد کرتے تھے۔ ان کی زندگی سادگی، استقامت اور اصول پسندی کی مثال تھی۔ وہ کئی دہائیوں تک بھارتی جیلوں میں رہے۔ مجموعی طور پر تقریباً سولہ سال مختلف جیلوں میں گزارے۔ مگر قید نے ان کے عزم کو کمزور نہیں کیا بلکہ مزید پختہ کیا۔ وہ کہتے تھے کہ قید و بند ہمارے اسلاف کی سنت ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کی طرح

ان کا جنازہ بھی جیل سے نکلا۔

ان کے خاندان نے بھی تحریک میں بے مثال قربانیاں دیں۔ جنید کے علاوہ ان کے بھتیجے بھی شہید ہوئے۔ ایک 1990ء کے اوائل میں حزب المجاہدین کے ساتھ وابستہ ہو کر شہادت کا درجہ پایا۔ دوسرا انجم الدین خان مہاجرت کے دوران شہید ہوا۔ ان کے بڑے بھائی کو شدید تشدد کا نشانہ بنایا گیا جس کے نتیجے میں وہ ذہنی طور پر مفلوج ہو گئے اور اسی حالت میں وفات پا گئے۔ شہید صحرائی نے اپنے پیچھے نہ صرف ایک خاندان بلکہ ایک نظریہ چھوڑا۔ وہ سید علی گیلانیؒ کے وفادار ساتھی تھے اور ان کے نظریات کو آگے بڑھانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ پاکستان کے ساتھ ان کی وابستگی پرجوش تھی۔ وہ ہمیشہ کہتے تھے کہ کشمیری عوام کی جدوجہد پاکستان کی سلامتی اور استحکام سے جڑی ہوئی ہے۔ ان کی شہادت پر پاکستان کی سابق وزیر انسانی حقوق ڈاکٹر شیریں مزاری نے کہا تھا کہ "بھارتی فسطائیت اہل کشمیر کو خاموش نہیں کر سکتی"۔

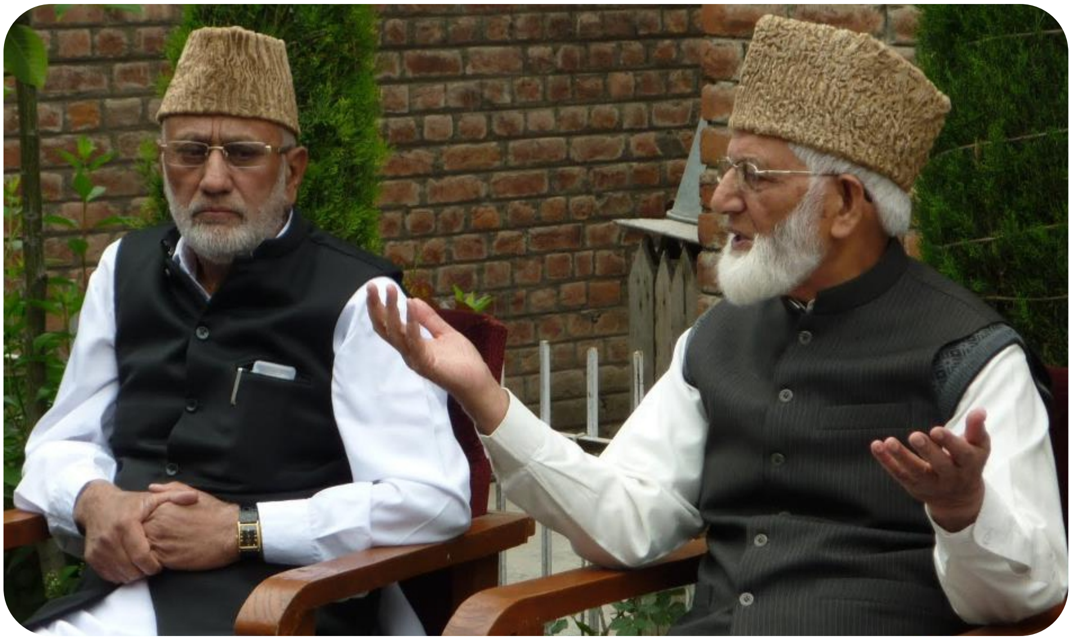

آج جب ہم شہید محمد اشرف صحرائی کی شہادت کے پانچ برس مکمل کر چکے ہیں تو ان کی یاد ہمیں کئی سبق دیتی ہے۔ سب سے بڑا سبق یہ کہ حق کی راہ میں استقامت ہی کامیابی کی کنجی ہے۔ بھارتی ریاست نے انہیں جیل میں رکھ کر، علاج سے محروم رکھ کر، خاندان سے الگ کر کے توڑنے کی کوشش کی مگر وہ آخری سانس تک اپنے مشن سے جڑے رہے۔ ان کی زندگی ہمیں بتاتی ہے کہ ظلم کے سامنے جھکنا مرنے سے بدتر ہے۔ شہید صحرائی کی جدوجہد نے کشمیری عوام میں ایک نئی نسل کو متاثر کیا ہے۔ آج چوتھی نسل بھارتی قبضے کے خلاف برسرپیکار ہے۔ مودی حکومت کے تمام دبانے والے ہتھکنڈے ناکام ہو چکے ہیں۔ 5 اگست 2019ء کے بعد کی صورتحال نے ثابت کیا کہ جبر سے آزادی کی چنگاری نہیں بجھتی بلکہ مزید بھڑکتی ہے۔ کشمیری عوام میں حق خودارادیت کا جذبہ آج بھی زندہ ہے اور شہید صحرائی جیسے رہنماؤں کی قربانیاں اس جذبے کو مزید تقویت بخشتی ہیں۔

ان کی شہادت نے عالمی سطح پر بھی کشمیر کے انسانی حقوق کے مسئلے کو اجاگر کیا۔ مختلف انسانی حقوق کی تنظیمیں اور کشمیری ڈائسپورا نے حراستی قتل کی مذمت کی۔ مگر افسوس کہ بین الاقوامی برادری ابھی تک بھارتی جارحیت کے سامنے خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے۔ محمد اشرف صحرائی کی زندگی ایک روشن باب ہے جو جدوجہد، قربانی اور اصول پسندی کا آئینہ دار ہے۔

انہوں نے اپنی پوری زندگی کشمیری عوام کی خدمت، مظلوموں کی حمایت اور آزادی کے خواب کی تکمیل کے لیے وقف کر دی۔ وہ خوف اور دباؤ سے بالاتر تھے۔ ان کی جدوجہد صرف بھارتی قبضے کے خلاف نہیں تھی بلکہ انسانی وقار، مساوات، انصاف اور آزادی کے اصولوں کی حفاظت بھی تھی۔

شہید محمد اشرف صحرائیؒ کشمیری مزاحمت کی ایک ایسی علامت ہیں جن کی قربانیاں تاریخ کے سنہری حروف میں لکھی جائیں گی۔ ان کے خون سے لکھی گئی یہ داستان نہ صرف کشمیری عوام بلکہ دنیا بھر کے آزادی پسندوں کے لیے ایک مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی شہادت کو قبول فرمائے، ان کے درجات بلند کرے اور کشمیری قوم کو ان کے مشن کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

آوازِ حق، قربانی، حوصلے اور حریت کا استعارہ۔۔۔ محمد اشرف خان صحرائی

کے ایس کشمیری

محمد اشرف صحرائی کا شمار مقبوضہ کشمیر کے ان نظریاتی اور پختہ عزم رکھنے والے رہنماؤں میں ہوتا ہے جنہوں نے ساری زندگی کشمیری عوام کے حق خودارادیت کے لیے وقف کر دی۔ صحرائی صاحب کی شخصیت ایک مضبوط، نظریاتی اور غیر متزلزل رہنما کی تھی۔ وہ پرامن اور اصولی مزاحمت کے حامی تھے۔ ان کے نزدیک مسئلہ کشمیر صرف زمینی تنازع نہیں بلکہ کشمیری قوم کے حق خودارادیت کا مسئلہ ہے۔ انہوں نے ہمیشہ ظلم وجبر کے خلاف کھل کر بات کی اور دباو کے سامنے جھکنے سے انکار کیا۔ وہ سید علی گیلانی کے قریبی ساتھی اور تحریکِ حریت جموں وکشمیر کے امیر تھے۔ ان کا کردار، سیاسی سفر، اور استقامت کشمیری تحریک آزادی کا روشن باب ہے۔ محمد اشرف صحرائی 1944 میں کشمیر کے علاقے ٹکی پورہ، لولاب ضلع کپواڑہ میں پیدا ہوئے۔ ان کا اصل نام محمد اشرف خان تھا، مگر صحرائی کے لقب سے معروف ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مقامی مدارس سے حاصل کرنے کے بعد انہوں نے اعلیٰ تعلیم کے لیے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا رخ کیا، جہاں سے اردو ادب میں ماسٹرز کی ڈگری حاصل کی۔

محمد اشرف صحرائی کی سیاسی سرگرمیوں کا آغاز جماعت اسلامی جموں وکشمیر سے ہوا۔ 1960 کی دہائی میں ہی وہ جماعت سے منسلک ہو گئے۔ اُس وقت کے کشمیر کے آخری وزیر اعظم غلام محمد صادق کو کشمیری مزاحمتی حلقوں میں بھارت کے ایجنڈے کا نمائندہ سمجھا جاتا تھا۔ 13 مارچ 1965 میں غلام محمد صادق کی معاشی پالیسیوں کے خلاف تقریر کرنے پر گرفتار کیا گیا محمد اشرف صحرائی پر الزام تھا کہ انہوں نے اپنی تقریر میں عوامی جذبات کو غلام محمد صادق اور بھارت کے خلاف ابھارا ہے، تقریباً 20 ماہ تک سری نگر کے مرکزی جیل میں حراست میں رہنے کے بعد رہا ہو گئے۔

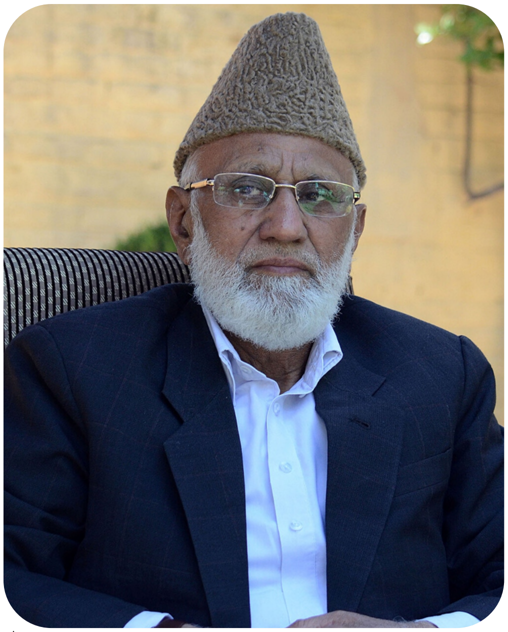

محمد اشرف صحرائی جماعت کے ریاستی ناظمِ اعلیٰ بھی رہے (State General Secretary) جو جماعت کا ایک مرکزی عہدہ ہے۔ اس حیثیت سے وہ تمام ریاستی تنظیمی امور کے نگران تھے۔ جماعت اسلامی میں بعض اوقات انہوں نے قائم مقام سربراہ کے طور پر بھی ذمہ داریاں نبھائیں، خاص طور پر جب اصل امیر قید میں ہوتا یا بیرونِ ریاست ہوتا۔ جماعت اسلامی جموں وکشمیر میں کئی اہم عہدوں پر خدمات انجام دیں۔ وہ جماعت کے اندر ایک فکری و تنظیمی شخصیت سمجھے جاتے تھے، اوران کی پہچان ہمیشہ ایک نظریاتی اور باعمل فرد کے طور پر رہی۔ صحرائی صاحب نے جماعت کی مقامی سطح پر قیادت کی، خاص طور پر کپواڑہ میں تنظیمی سرگرمیوں کو منظم کیا۔

> تحریکِ حریت جموں وکشمیر ایک سیاسی و دینی جماعت ہے جو 2004 میں سید علی گیلانی کی قیادت میں قائم ہوئی تحریک حریت جموں وکشمیر میں صحرائی صاحب کو جنرل سیکرٹری مقرر کیا گیا۔ صحرائی صاحب، سید علی گیلانی کے ہمراہ رہے، تحریک حریت کے بانیوں میں شامل رہے۔ صحرائی صاحب نے تحریک حریت کو ایک اسلامی اصولوں پر مبنی تحریک بنانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ ان کی تحریریں، تقاریر اور پالیسیوں نے تنظیم کی فکری سمت متعین کی 2004 سے 2018 تک تقریباً 14 سال تک جنرل سیکریٹری کے طور پر خدمات انجام دیں۔

تحریکِ حریت جموں وکشمیر ایک سیاسی و دینی جماعت ہے جو 2004 میں سید علی گیلانی کی قیادت میں قائم ہوئی تحریک حریت جموں وکشمیر میں صحرائی صاحب کو جنرل سیکرٹری مقرر کیا گیا۔ صحرائی صاحب، سید علی گیلانی کے ہمراہ رہے، تحریک حریت کے بانیوں میں شامل رہے۔ صحرائی صاحب نے تحریک حریت کو ایک اسلامی اصولوں پر مبنی تحریک بنانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ ان کی تحریریں، تقاریر اور پالیسیوں نے تنظیم کی فکری سمت متعین کی 2004 سے 2018 تک تقریباً 14 سال تک جنرل سیکریٹری کے طور پر خدمات انجام دیں۔ ان کی قیادت میں تحریک حریت نے بھارت کے زیرِ تسلط جموں وکشمیر میں انسانی حقوق، خودارادیت، اور آزادی کے لیے آواز بلند کی۔ اس دوران وہ ریاست بھر میں تحریک کے دفاتر، تربیتی کیمپس اور پالیسی رابطوں کے اہم ذمہ دار بھی رہے۔ جب سید علی گیلانی

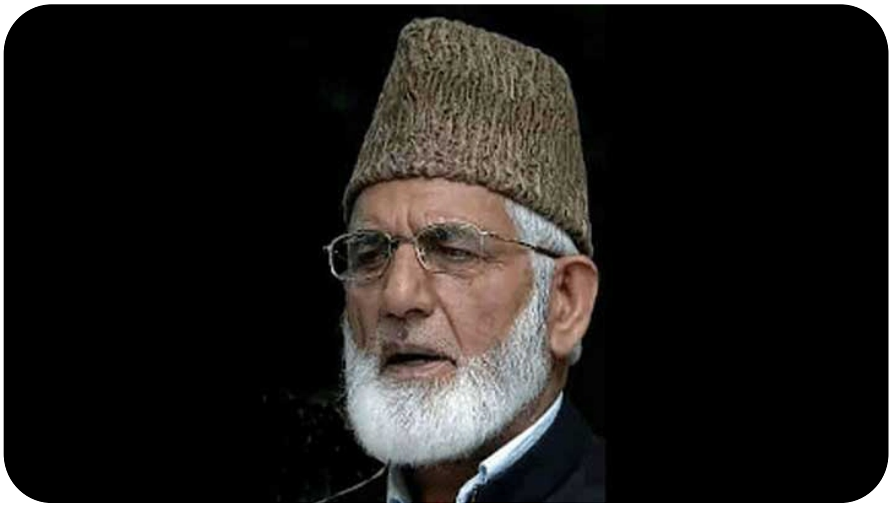

نے بیماری کی وجہ سے قیادت سے علیحدگی اختیار کی تو 23 مارچ 2018 کو صحرائی صاحب کو امیر تحریک مقرر کیا گیا۔ انہوں نے ہر سطح پر بھارت کے ظلم و ستم کے خلاف بے خوف آواز اٹھائی۔ دورانِ قیادت انہیں بارہا نظر بند کیا گیا۔ ان کا بیٹا، جنید صحرائی، جموں وکشمیر کی تحریک میں شامل عسکری تنظیم حزب المجاہدین میں شامل ہوئے اور 2020 میں ایک معرکہ میں شہید ہو گئے۔ یہ قربانی ان کے خاندانی عزم اور اس جدوجہد سے غیر متزلزل وابستگی کی دلیل ہے۔ اُس وقت شوشل میڈیا پر وائرل ایک مختصر سے کلپ کو دنیا نے دیکھا جس میں محمد اشرف صحرائی بیٹے کی خبر موبائل فون پر سننے پر اللہ کا شکر بجالاتے ہوئے فون پر مخاطب کو ایک نظم سناتے ہیں جس کا ایک مصریہ یہ ہے ”خدا کا شکر ہے یوں خاتمہ بالخیر ہونا تھا“ اور یوں صحرائی صاحب نے اپنے مشن سے پیچھے ہٹنے کے بجائے اور زیادہ ہمت سے کام لیا۔

مختلف اوقات میں سیاسی سرگرمیوں، پبلک سیفٹی ایکٹ (PSA) کے تحت مجموعی طور پر انہوں نے سیاست اور احتجاج کی وجہ سے تقریبا سولہ سال مختلف بھارتی جیلوں میں گزارے۔

آخری بار 19 جولائی 2020 کو پبلک سیفٹی ایکٹ (PSA) کے تحت بھارتی حکومت نے گرفتار کیا، بھارتی حکومت نے انہیں کوٹ بلوال جیل جموں منتقل کیا، اور پھر چند ماہ کے بعد کوٹ بلوال سے اُدھمپور جیل منتقل کیا گیا۔ تقریبا 10 ماہ بھارتی اذیت خانے میں انتہائی تکلیف میں رہے۔ دورانِ حراست ان کی طبیعت بگڑ گئی، مگر مناسب علاج نہ دیا گیا۔ جب اُن کی حالت انتہائی خراب ہوئی تو آخری وقت 4 مئی کو اُنہیں ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگے ہوئے بے ہوشی کی حالت میں جموں کے ایک ہسپتال لیا گیا، لیکن وقت پر طبی سہولیات نہ ملنے کی وجہ سے 5 مئی 2021 کی صبح وہ انتقال کر گئے۔ اُس وقت اُن کی وفات پر کشمیری عوام میں کافی غصہ پایا گیا۔ ان کی وفات کو کشمیری عوام اور کئی انسانی حقوق کی تنظیموں و اہل خانہ نے حراست میں قتل قرار دیا۔ محمد اشرف صحرائی ایک بہادر، سچے اور نظریاتی لیڈر تھے۔ ان کی زندگی ہمیں سکھاتی ہے کہ حق اور سچ کے لیے قربانیاں دینا بڑی بات ہے، اور جو لوگ اصولوں پر ڈٹ جاتے ہیں، وہ کبھی مر کر بھی نہیں مرتے۔ محمد اشرف صحرائی کی زندگی سادگی، استقامت، اور جدوجہد سے عبارت تھی۔ وہ ایک بااصول، بے لوث اور نڈر رہنما تھے جنہوں نے اپنی زندگی کشمیری عوام کے مستقبل کے لیے وقف کر دی۔ ان کی وفات کشمیری تحریک کے لیے ایک بڑا نقصان ہے، مگر ان کا نظریہ اور پیغام آج بھی لاکھوں دلوں میں زندہ ہے۔ محمد اشرف خان صحرائی کا وژن تھا سیاسی غلامی کا خاتمہ، مکمل آزادی کا حصول، اسلامی اقدار پر مبنی خودمختار ریاستِ کشمیر، بھارتی قبضے کے خلاف پرامن، مگر غیر مصالحتی جدوجہد۔ محمد اشرف صحرائی تحریکِ حریت کے وہ ستون تھے جنہوں نے نہ صرف گیلانی صاحب کے نظریے کو دوام بخشا بلکہ قربانی، استقلال اور عمل سے اسے زندہ رکھا۔ ان کی وفات کے بعد بھی ان کی قیادت، کردار اور نظریہ کشمیری عوام کے دلوں میں زندہ ہے۔ وہ سچ بولنے والے، خوف سے آزاد اور قربانی دینے والے انسان تھے۔ بارہا قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، لیکن کبھی اپنے نظریے سے پیچھے نہ ہٹے۔ اُن کی زندگی وشہادت کا یہی پیغام ہے حق کا علم

تھاما ہے تو جب تک سانس باقی ہے، ظلم کے خلاف لڑتے رہیں، ظلم کے آگے جھک جانا، مرنے سے بدتر ہے۔

انہوں نے اپنی اولاد کی قربانی (جنید صحرائی کی شہادت کے باوجود بھی اپنے موقف میں نرمی نہیں آنے دی۔ نہ آنکھیں نم ہوئیں، نہ قدم لڑکھڑائے، بلکہ زبان سے صرف ایک ہی بات نکلی: ”یہ قربانی منزل کے قریب ہونے کی علامت ہے۔ وہ خاموش رہنما تھے، مگر ان کے الفاظ میں آتش تھی اور عمل میں اخلاص۔ بھارتی جیل میں طبی سہولتوں سے محروم رہ کر شہید ہونا، ان کی بہادری ایک آخری دلیل بن گئی۔ آخرکار، وہ جیل ہی میں اپنی جان دے گئے مگر سچ تو یہ ہے کہ وہ شہید ہو کر کشمیر کی آزادی کی داستان میں ہمیشہ کے لیے امر ہو گئے۔

انہوں نے اپنی اولاد کی قربانی (جنید صحرائی کی شہادت کے باوجود بھی اپنے موقف میں نرمی نہیں آنے دی۔ نہ آنکھیں نم ہوئیں، نہ قدم لڑکھڑائے، بلکہ زبان سے صرف ایک ہی بات نکلی: ”یہ قربانی منزل کے قریب ہونے کی علامت ہے۔ وہ خاموش رہنما تھے، مگر ان کے الفاظ میں آتش تھی اور عمل میں اخلاص۔ بھارتی جیل میں طبی سہولتوں سے محروم رہ کر شہید ہونا، ان کی بہادری ایک آخری دلیل بن گئی۔ آخرکار، وہ جیل ہی میں اپنی جان دے گئے مگر سچ تو یہ ہے کہ وہ شہید ہو کر کشمیر کی آزادی کی داستان میں ہمیشہ کے لیے امر ہو گئے۔

’آسیہ اندرابی کیس؛ فیصلہ یا عدالتی قتل؟

سلیم منصور خالد

انڈیا اور جموں وکشمیر میں کالعدم تنظیم ’دختران ملت کی سربراہ آسیہ اندرابی اور ان کی دو ساتھی خواتین کے لیے سزا کا حکم نامہ فوجداری قانون، اصولِ قانون (جیورس پروڈنس)، اور آئینی آزادیوں کے سنگم پر ایک نازک موڑ کی نشاندہی کرتا ہے۔ 24 مارچ 2026ء کو دہلی کی ایک عدالت نے محترمہ آسیہ اندرابی کو عمر قید اور ان کی ساتھیوں ناہیدہ نسرین اور فہمیدہ صوفی کو تیس تیس سال کی قید کی سزا سنائی ہے۔ سیدہ آسیہ اندرابی صاحبہ دُختر مرحوم ڈاکٹر سید شہاب الدین یاسین اندرابی (عمر 64 سال) نے ہوم اکنامکس میں بی ایس سی کرنے کے بعد ایم اے عربی پاس کیا ہے۔ ناہیدہ نسرین صاحبہ دُختر مرحوم شیخ نورالدین (عمر 58 سال) نے ایم ایس سی زوالوجی اور ایم اے اسلامیات کیا ہے، جب کہ فہمیدہ صوفی دُختر مرحوم محمد صدیق صوفی (عمر 45 سال) بی ایس سی پاس ہیں۔

جج چندر جیت سنگھ کی عدالت کے جاری کردہ فیصلے کا گہرا مطالعہ، بالخصوص پیراگراف 12,11,10 اور 16 ایک ایسی منطق کو ظاہر کرتے ہیں جو مسلّمہ قانونی اصولوں سے ہٹ کر غیر مذہبی، عصبیتی اور موضوعی (subjective) میدان میں داخل نظر آتی ہے۔ اس فیصلے کے مرکزی تصور میں دو شدید تر عوامل (Aggravating Factors) موجود ہیں: پہلا، اقامت دین کی دعوت وتبلیغ اور دوسرا ملزمان کا اپنی ان سرگرمیوں پر ندامت کا فقدان۔ ان دو عوامل پر فیصلے کی بنیاد استوار کرنا باریک بین جائزے کا متقاضی ہے۔

> جج چندر جیت سنگھ کی عدالت کے جاری کردہ فیصلے کا گہرا مطالعہ، بالخصوص پیراگراف 12,11,10 اور 16 ایک ایسی منطق کو ظاہر کرتے ہیں جو مسلّمہ قانونی اصولوں سے ہٹ کر غیر مذہبی، عصبیتی اور موضوعی (subjective) میدان میں داخل نظر آتی ہے۔ اس فیصلے کے مرکزی تصور میں دو شدید تر عوامل (Aggravating Factors) موجود ہیں: پہلا، اقامت دین کی دعوت وتبلیغ اور دوسرا ملزمان کا اپنی ان سرگرمیوں پر ندامت کا فقدان۔ ان دو عوامل پر فیصلے کی بنیاد استوار کرنا باریک بین جائزے کا متقاضی ہے۔

پہلے بات کرتے ہیں ’اقامتِ دین‘ پر۔۔۔ عدالت یہ درج کرتی ہے کہ سزا یافتہ خواتین سے وابستہ تنظیم دخترانِ ملت‘ (DeM) ’اقامت دین کی علَم بردار‘ تحریک ہے۔ تاہم، اس دعوے سے قطع نظر، فیصلے میں اس تصور کی نہ تو کوئی بامعنی تعریف کی گئی ہے اور نہ اس کا جائزہ لیا گیا ہے۔ پھر اس کی فکری تعبیر اور تاریخ سے بھی کوئی تعرض نہیں کیا گیا، نہ مسلّمہ تشریحات کا کوئی حوالہ دیا گیا ہے، اور نہ عقیدے اور غیر قانونی طرزِ عمل کے درمیان فرق کرنے کی کوئی کوشش کی گئی ہے۔ اس کے بجائے، عدالتی استدلال ایک متعصبانہ بنیاد پر کھڑا نظر آتا ہے۔ عدالت نے خود اس تصور کی گہرائی میں اترنے کے بجائے، قاضی عبدالودود (پی ایچ ڈی اسکالر) اور ڈاکٹر محمد معاویہ خان (اسسٹنٹ پروفیسر، اسلامیہ یونی ورسٹی بہاولپور، رحیم یار خان کیمپس، پاکستان) کے ایک مقالے بعنوان ’اقامت دِین کا مفہوم اور عصری عہد میں اس کا نفاذ‘ پر تکیہ کیا ہے جو ’الحیات ریسرچ جنرل‘ 2025ء میں شائع ہوا۔ اس غیر معیاری ماخذ پر انحصار کئی خدشات کو جنم دیتا ہے۔ عدالتوں سے، خاص طور پر حساس مذہبی یا نظریاتی تصورات سے نمٹتے وقت، یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ مستند اور وسیع پیمانے پر تسلیم شدہ علمی کاموں سے استفادہ کریں۔ مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی، قاضی مجاہد الاسلام قاسمی، مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا امین احسن اصلاحی، مولانا صدرالدین اصلاحی، ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی اور پروفیسر خورشید احمد جیسے بلند پایہ مفکرین کی کتب میں اقامت دِین پر علمی ذخیرہ موجود ہے۔ یہ تحریریں اس تصور کو ایک وسیع تر اخلاقی، سماجی اور ریاستی و قانونی فریم ورک کے اندر پیش کرتی ہیں، جن کی بنیاد پر اکثر اخلاقی اصلاح، فلاحِ عامہ اور روحانی نظم وضبط پر مبنی ایک ’طرزِ زندگی‘ کو پیش اور بیان کیا جاتا ہے۔ مگر یہ فیصلہ اس بھرپور فکری روایت کو یکسر نظر انداز کر دیتا ہے۔ اس کے برعکس، یوں لگتا ہے کہ ایک نسبتاً غیر معروف اور نہایت ثانوی درجے کے تعلیمی مقالے کو آن لائن سرچ کے ذریعے حاصل کیا گیا۔ سابقہ انڈین عدالتی نظائر کے ساتھ اس کا تضاد نمایاں ہے۔ 1995ء کے ’ہندوتوا‘ کے بارے میں، فیصلے میں، چیف جسٹس جے ایس ورما کے ماتحت سپریم کورٹ نے ’ہندوتوا‘ کو ایک ’طرزِ زندگی‘ قرار دیا تھا، جس کے لیے مولانا وحید الدین خان جیسی معروف شخصیات سمیت تشریحات کے ایک وسیع حلقے سے استفادہ کیا گیا تھا، نہ کہ خود کو

> 1995ء کے ’ہندوتوا‘ کے بارے میں، فیصلے میں، چیف جسٹس جے ایس ورما کے ماتحت سپریم کورٹ نے ’ہندوتوا‘ کو ایک ’طرزِ زندگی‘ قرار دیا تھا، جس کے لیے مولانا وحید الدین خان جیسی معروف شخصیات سمیت تشریحات کے ایک وسیع حلقے سے استفادہ کیا گیا تھا، نہ کہ خود کو کسی محدود اور غیر معروف مآخذ تک محدود رکھا گیا۔ تاہم، یہاں پر ’اقامت دِین‘ کو ایک خاص (مجرمانہ) نیت کی علامت کے طور پر برتا گیا ہے، بغیر یہ دیکھے کہ کیا واقعی یہ تصور بذاتِ خود لازمی طور پر غیر قانونی ہے؟

کسی محدود اور غیر معروف مآخذ تک محدود رکھا گیا۔ تاہم، یہاں پر ’اقامت ِ دین‘ کو ایک خاص (مجرمانہ) نیت کی علامت کے طور

پر برتا گیا ہے، بغیر یہ دیکھے کہ کیا واقعی یہ تصور بذاتِ خود لازمی طور پر غیر قانونی ہے؟ اس طرح کے تجزیے کی عدم موجودگی میں ایک وسیع مذہبی تصور کو محض استغاثہ کے بیانیے میں ضم کر دینے کا خطرہ پیدا ہوتا ہے۔ یہ نکتہ اس وقت مزید اہمیت اختیار کر جاتا ہے، جب اسے فیصلے کے پیراگراف ۱۰ تا ۱۲ میں استغاثہ کے ان دعوؤں کے ساتھ پڑھا جائے، جن میں پاکستان سے سازش، نظریاتی حرکیات اور غیر قانونی مقاصد کی تشہیر کے لیے میڈیا پلیٹ فارمز کے استعمال کے الزامات لگائے گئے ہیں۔ لیکن یہ محض دعوے ہیں، جن کے لیے غلط نیت کا ثبوت اور ان کے واضح نتائج کا پیش کیا جانا ضروری ہے۔ انھیں محض ایک موہوم مذہبی تصور کی بنیاد پر نہیں باور کیا جا سکتا، جو ابھی تک غیر واضح اور متنازع ہے۔ خواتین نے دفاع کرتے ہوئے اپنی تحریری گزارشات میں اس خلا کو بڑی درستگی کے ساتھ اجاگر کیا۔ یہ دلیل دی گئی کہ استغاثہ مبینہ افعال اور کسی حقیقی نقصان کے درمیان کوئی ٹھوس نتیجہ یا براہِ راست تعلق ثابت کرنے میں ناکام رہا ہے۔ یہ موقف اختیار کیا گیا کہ کسی بھی نمایاں ضرر اور نقصان کی عدم موجودگی سزا کے تعین میں ایک اہم تخفیفی عنصر (Mitigating Factor) ہونی چاہیے۔ تاہم، فیصلے میں اصولی، قانونی اور منطقی بنیاد کے بجائے نظریاتی فریم ورک کو وزن دیا گیا ہے۔ اس عدالتی استدلال کا دوسرا ستون کھڑا کیا گیا ہے ’ندامت کا فقدان‘۔ یہ دلیل مساوی طور پر سنگین سوالات اٹھاتی ہے۔ ’انڈین تعزیری قانون‘ واضح ہے کہ سزا متناسب، انفرادی حالات کے مطابق اور معروضی عوامل پر مبنی ہونی چاہیے۔ عدالتوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ سزا سناتے وقت عمر، صحت، پس منظر اور جرم کے اصل نتائج، جیسے تخفیفی حالات کو مدنظر رکھیں۔ خواتین نے اپنی دفاعی گزارشات میں اس بات کو دُہرایا کہ سزا دینا کوئی مشینی عمل نہیں ہے بلکہ اس میں انصاف اور تناسب کا عکس نظر آنا چاہیے۔

ندامت کا فقدان

اس کے باوجود، فیصلے میں برملا ندامت کی عدم موجودگی کو سزا میں اضافے کے لیے ایک فیصلہ کن عنصر قرار دیا گیا ہے۔ یہ سوچ اور فیصلہ کئی لحاظ سے تشویش ناک فکر کی نشان دہی کرتا ہے۔ ندامت فطری طور پر ایک موضوعی امر (Subjective Factor) ہے نہ کہ قانونی استدلال۔ یہ ایک اندرونی کیفیت ہے جسے آسانی سے ناپا یا پرکھا نہیں جا سکتا۔ مگر اسے ایک مرکزی حیثیت دینا ملزم کو اس بات کی سزا دینے کے مترادف ہے جس پر وہ یقین رکھتا ہے یا جس کا اظہار نہ کرنے کا وہ انتخاب کرتا ہے، بجائے اس کے جو قانوناً ثابت ہو چکا ہے۔ یہ خود کو مجرم ٹھیرانے کے خلاف حق اور اس وسیع تر اصول پر بھی سوالات اٹھاتا ہے کہ مجرمانہ ذمہ داری کا تعین کرتے ہوئے فیصلے کا انحصار شواہد پر ہونا چاہیے، نہ کہ قیاس کردہ ظن و تخمین پر۔

سیاسی فکر، مجرمانہ نیت یا کشمیر اور اقامتِ دین کا قانونی پہلو

فیصلے کا ایک اور تشویشناک پہلو کشمیر کی نسبت سے ملزمان کے سیاسی موقف کے ساتھ معاملہ کرنا ہے۔ استغاثہ نے مسئلہ کشمیر پر ان کے بیان اور نظریاتی کمٹمنٹ کو انڈیا کی خودمختاری کے خلاف ایک بڑی سازش کے طور پر پیش کیا ہے۔ تاہم، فیصلے کے پیراگراف ۱۶ کے مطابق زیر حراست خواتین کی سیاسی رائے اور پُرتشدد طرزِ عمل کے درمیان تعلق متعین نہیں کیا جا سکا۔ وکلائے دفاع نے مسلسل یہ موقف اپنایا کہ ان کی سرگرمیاں نظریاتی اظہار اور ایک دیرینہ قومی سیاسی متنازع مسئلے پر تبصرے تک محدود تھیں، نہ کہ براہِ راست پُرتشدد کارروائیوں سے منسوب۔ جمہوری نظامِ عدل میں، کسی سیاسی نظریے کو رکھنا یا اس کا اظہار کرنا، خواہ وہ ریاست کے سرکاری موقف کو چیلنج ہی کیوں نہ کرتا ہو بذاتِ خود مجرمانہ فعل نہیں بن سکتا، جب تک کہ اس کا تعلق واضح طور پر اشتعال انگیزی یا غیر قانونی اقدام سے نہ جڑا ہو۔

کشمیر کے تناظر میں یہ بحث اس وقت مزید اہمیت اختیار کر جاتی ہے جب ہم اسے تاریخی اور سفارتی حقائق کے آئینے میں دیکھتے ہیں۔ کشمیر کو عشروں سے عالمی سطح پر انڈیا اور پاکستان کے درمیان ایک تصفیہ طلب مسئلہ تسلیم کیا گیا ہے۔ اقوامِ متحدہ کی متعدد قراردادیں، بالخصوص قرارداد نمبر ۴۷، اس مسئلے کے سیاسی حل اور کشمیری عوام کی اُمنگوں کے مطابق فیصلے کی ضرورت پر زور

> اگر ’ہندوتوا‘ کو ایک طرزِ زندگی کے طور پر قبول کیا جا سکتا ہے، تو اقامت ِ دین کو، جو کہ اپنی اصل میں روحانی بالیدگی اور سماجی بہبود کا داعی ہے، محض قیاس آرائیوں کی بنیاد پر مجرمانہ نیت سے کیوں جوڑا جا رہا ہے؟ جب تک استغاثہ یہ ثابت نہ کر دے کہ اس نظریے کے تحت براہِ راست کسی پُرتشدد کارروائی کی منصوبہ بندی کی گئی، اسے سزا کی بنیاد بنانا دراصل ’فکری آزادی‘ کو قید کرنے کے مترادف ہے۔ کسی سیاسی تنازعے پر سرکاری موقف سے ہٹ کر رائے رکھنا ’اختلافِ رائے‘ (Dissent) تو ہو سکتا ہے، لیکن اسے ’غداری‘ یا ’دہشت گردی‘ سے وابستہ کرنا آئینی حقوق کی روح کے خلاف ہے۔

دیتی ہیں۔انڈین قیادت کا اپنا ریکارڈ بھی اسی موقف کی تائید کرتا رہا ہے۔تحریک آزادی کے لیڈر اور پہلے انڈین وزیراعظم پنڈت جواہر لعل نہرو کے بین الاقوامی فورمز پر کیے گئے وعدوں سے لے کر، بی جے پی سے وابستہ انڈین وزیراعظم اٹل بہاری واجپائی کے 'انسانیت، جمہوریت اور کشمیریت' کے فلسفے تک، اور ۹ جولائی ۲۰۱۵ء کے اوفا اعلامیہ تک جہاں انڈیا اور پاکستان نے تمام باہمی حل طلب مسائل پر بات چیت کے عزم کا اعلان کیا یہ سب اس حقیقت کا اعتراف ہیں کہ یہاں ایک سیاسی مسئلہ موجود ہے۔ یہاں تک کہ موجودہ انڈین وزیراعظم نریندر مودی کی حکومت بھی جب آزاد کشمیر وگلگت وبلتستان کو حاصل کرنے کی بات کرتی ہے، تو وہ بالواسطہ یہ بات ہی تسلیم کر رہی ہوتی ہے کہ جغرافیائی اور سیاسی حدود ابھی حتمی نہیں ہیں اور ایک باہم تنازع موجود ہے۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ریاست خود

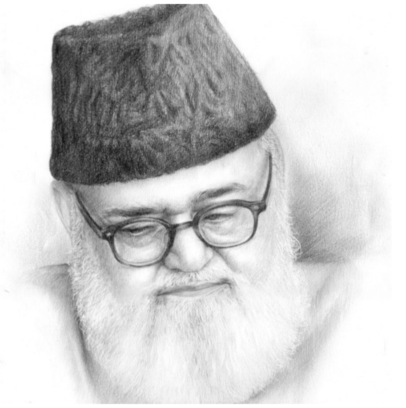

اسے ایک حل طلب مسئلہ تسلیم کرتی ہے، تو کسی شہری یا گروہ کی جانب سے اسی مسئلے پر ایک الگ سیاسی یا نظریاتی موقف رکھنا 'مجرمانہ سازش' کیسے بن سکتا ہے؟ جمہوری نظام عدل کا بنیادی اصول یہ ہے کہ جب تک کوئی نظریہ تشدد پر نہیں اکساتا یا اسے بزورِ شمشیر دوسروں پر مسلط کرنے کی کوشش نہیں کی جاتی، محض اس سوچ یا نظریے کو رکھنا جرم کے زمرے میں نہیں آتا ہے اور نہ اس کو 'ندامت کے فقدان' کے زمرے میں رکھا جا سکتا ہے۔ کشمیر کو حل طلب مسئلہ ماننے اور اقامت دین کے فلسفہ پر اعتقاد رکھنے سے بھلا کیسے کوئی مجرم بن سکتا ہے؟

اقامتِ دین کے تصور کو مجرمانہ رنگ دینا بھی قانونی تضادات کو جنم دیتا ہے۔ایک طرف انڈیا میں ہندو راشٹرا یا ہندو دیش بنانے کی مہمات کو بعض اوقات حکومتی سرپرستی یا آشیرواد حاصل

ہوتا ہے اور اسے ایک 'تہذیبی حق' کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، تو دوسری طرف اقامتِ دین جیسے مذہبی و اخلاقی تصور کو جو کہ مسلمانوں کے لیے ایک مکمل نظامِ زندگی اور اخلاقی اصلاح کا نام ہے، اسے کیسے انڈین ریاست کی سالمیت کے لیے خطرہ قرار دیا جا سکتا ہے؟

قانون کی نظر میں یہ دوہرا معیار، عدل کے تقاضوں کے منافی ہے۔اگر 'ہندوتوا' کو ایک طرزِ زندگی کے طور پر قبول کیا جا سکتا ہے، تو اقامتِ دین کو، جو کہ اپنی اصل میں روحانی بالیدگی اور سماجی بہبود کا داعی ہے، محض قیاس آرائیوں کی بنیاد پر مجرمانہ نیت سے کیوں جوڑا جا رہا ہے؟ جب تک استغاثہ یہ ثابت نہ کر دے کہ اس نظریے کے تحت براہِ راست کسی پُرتشدد کارروائی کی منصوبہ بندی کی گئی، اسے سزا کی بنیاد بنانا دراصل 'فکری آزادی' کو قید کرنے کے مترادف ہے۔کسی سیاسی تنازعے پر سرکاری موقف سے ہٹ کر رائے رکھنا 'اختلافِ رائے' (Dissent) تو ہو سکتا ہے، لیکن اسے 'غداری' یا 'دہشت گردی' سے وابستہ کرنا آئینی حقوق کی روح کے خلاف ہے۔دفاعی گزارشات میں کئی تخفیفی عوامل ریکارڈ پر لائے گئے: سزا یافتہ افراد کی ڈھلتی عمر، ان کا تعلیمی پس منظر، ان کی بگڑتی ہوئی صحت اور یہ حقیقت کہ وہ پہلے ہی تقریباً آٹھ سال قید کاٹ چکی ہیں۔یہ کوئی معمولی انحرافِ عدل و اخلاق کی باتیں نہیں ہیں۔یہ مذکورہ عوامل اس اصولِ تناسب (Principle of Proportionality) کی روح ہیں جو جدید نظامِ سزا کی بنیاد ہے۔پھر کسی واضح نقصان کا ثبوت نہ ہونے کا مسئلہ بھی اس میں موجود ہے۔عدالت نے تسلیم کیا ہے کہ ریکارڈ سے بھی مبینہ افعال اور کسی حقیقی بدامنی یا تشدد کے درمیان کوئی تعلق ثابت نہیں ہوتا۔فوجداری قانون میں، خاص طور پر سنگین جرائم میں، ایسا تعلق کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔اس لیے مجموعی طور پر، یہ فیصلہ بنیادی اور تشویش ناک سوالات کو جنم دیتا ہے۔کیا کوئی عدالت ایک پیچیدہ مذہبی تصور کی تشریح کے لیے کسی محدود اور گمنام علمی مآخذ پر بھروسا کر سکتی ہے؟ کیا اقامتِ دین جیسے وسیع مذہبی نظریے کو اس کے مسلّمہ معانی پر غور کیے بغیر مجرمانہ نیت کا ثبوت مانا جا سکتا ہے؟ اور کیا 'ندامت کی عدم موجودگی' عمر، صحت اور واضح نقصان کی کمی جیسے معروضی تخفیفی عوامل پر بھاری پڑ سکتی ہے؟ ایک آئینی جمہوریت میں، عدالتوں سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ قانون کے نفاذ اور بنیادی آزادیوں کے تحفظ کے درمیان ایک باریک توازن برقرار رکھیں۔لیکن جب عدالتی استدلال عقیدے اور جرم، یا ثبوت

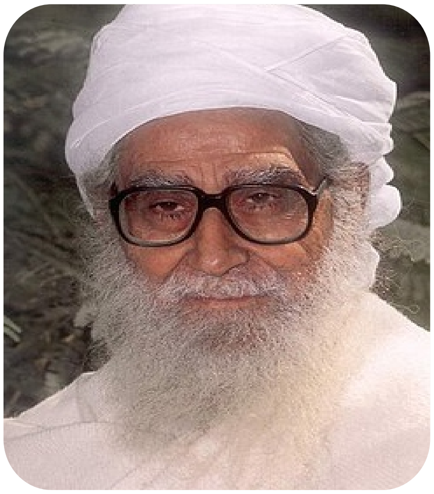

اور تشریح کے درمیان لکیر کو دھندلا دیتا ہے، تو وہ توازن خطرے میں پڑ جاتا ہے۔اس فیصلے سے پیدا ہونے والے خدشات اور مابعد اثرات صرف ایک کیس تک محدود نہیں ہیں۔یہ اس بات کے مرکزی نکتے سے بحث کرتے ہیں کہ عدالتیں نظریات کی تشریح کیسے کرتی ہیں؟ ملزمان کی نیت کا اندازہ کیسے لگاتی ہیں؟ اور انصاف و تناسب کے اصولوں کا اطلاق کس طرح کرتی ہیں؟ اور تعصب اور عدل شکنی کی راہ پر چلتے چلتے عدل کو قتل کرنے کی آلہ کار بن کر رہ جاتی ہیں؟

میری والدہ، آسیہ اندرابی!

احمد بن قاسم

میری والدہ، سیدہ آسیہ اندرابی کو تین بار عمر قید کی سزا سنائی گئی ہے، جو درحقیقت موت کی سزا کے مترادف ہے۔ یہ سزا ان دفعات کے تحت دی گئی ہے، جنھیں انڈیا کے نافذ کردہ سیاہ ترین قوانین (UAPA) میں شمار کیا جاتا ہے (یہ قانون کشمیر میں عوامی رائے کچلنے کے لیے بنایا گیا ہے)۔ کشمیر میں یہ پہلی مثال ہے کہ تحریکِ خود ارادیت میں شمولیت کی پاداش میں کسی کشمیری خاتون کو عمر قید کی سزا دی گئی ہے۔ میری والدہ کے ساتھ ان کی دو ساتھیوں، ناہیدہ نسرین اور صوفی فہمیدہ کو بھی تیس تیس سال قید کی سزا سنائی گئی۔ ان تینوں کو 2018ء میں گرفتار کیا گیا تھا اور یہ مقدمہ آٹھ سال تک جاری رہا ہے۔ میری والدہ نے اپنی زندگی کی 15 سال سے زائد مدت مختلف بھارتی جیلوں میں گزاری ہے۔ جس میں سے زیادہ تر وقت 'پبلک سیفٹی ایکٹ' (PSA) کے تحت گزارا گیا۔ یہ پہلی بار نہیں ہوا کہ میں اس کرب سے گزر رہا ہوں۔ دو عشرے قبل، اسی طرح کے ایک کمرۂ عدالت میں، ایک چھوٹے بچے کی حیثیت سے میں نے اپنے والد، ڈاکٹر قاسم فکتو کے خلاف عمر قید کی سزا کا حکم سنا تھا (وہ 33 برس سے مسلسل قید میں ہیں)۔ انھیں ایک جھوٹے مقدمے میں الجھایا گیا، لیکن حقیقت میں یہ سزا تحریک حق خودارادیت میں ان کی شمولیت کی وجہ سے تھی۔ میرے والد، جو اطالوی سوشلسٹ دانشور گرامچی (Gramsci) کے الفاظ میں ایک نامیاتی دانشور ہیں، اب تک 33 سال جیل کی سلاخوں کے پیچھے گزار چکے ہیں۔ انھوں نے جیل کی کوٹھری سے 20 سے زائد کتابیں لکھیں اور وہیں سے اسلامک اسٹڈیز میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ میرے والدین اب اپنے گھر، اپنے بچوں اور ایک دوسرے سے سینکڑوں کلومیٹر دور دو الگ الگ جیلوں میں قید ہیں۔ میری والدہ کے خلاف سزا کا حکم نامہ روایتی عدالتی لفاظی اور ان مبینہ جرائم کی قانونی دفعات سے بھرا ہوا ہے، جو ان تینوں خواتین پر عائد کی گئی ہیں۔

دو عشرے قبل، اسی طرح کے ایک کمرۂ عدالت میں، ایک چھوٹے بچے کی حیثیت سے میں نے اپنے والد، ڈاکٹر قاسم فکتو کے خلاف عمر قید کی سزا کا حکم سنا تھا (وہ 33 برس سے مسلسل قید میں ہیں)۔ انھیں ایک جھوٹے مقدمے میں الجھایا گیا، لیکن حقیقت میں یہ سزا تحریک حق خود ارادیت میں ان کی شمولیت کی وجہ سے تھی۔ میرے والد، جو اطالوی سوشلسٹ دانشور گرامچی (Gramsci) کے الفاظ میں ایک نامیاتی دانشور ہیں، اب تک 33 سال جیل کی سلاخوں کے پیچھے گزار چکے ہیں۔ انھوں نے جیل کی کوٹھری سے 20 سے زائد کتابیں لکھیں اور وہیں سے اسلامک اسٹڈیز میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔

یہ کیسی خون کے آنسو رُلانے والی بات ہے کہ نئی دہلی حکومت کے پاس کشمیری زندگیوں کے لاتعداد برس چھین لینے کا اختیار ہے، جیسے ان کی کوئی اہمیت ہی نہ ہو۔ وہ کیسے ہمارے گھر اُجاڑ دیتے ہیں، ہمارے خاندانوں کو بکھیر دیتے ہیں، اور پھر خود اپنے گھروں میں سکون کی نیند سو بھی لیتے ہیں؟

ہمارے گھر میں والد صاحب کے لیے ایک کمرہ ہے، ایک ایسا گھر کہ جس میں وہ ایک دن بھی نہیں رہے۔ عشروں پر پھیلی ان کی قید کے بعد، اب ہمارے گھر میں ایک لائبریری موجود ہے، جو ہماری زندگیوں میں ان کی موجودگی اور غیر موجودگی، دونوں کی علامت ہے۔ اردو میں 'شریکِ حیات' کا مطلب ہے کہ جس کے ساتھ زندگی بانٹی اور گزاری جائے۔ میری والدہ نے اپنے ایمان اور اپنی ہمت کے ساتھ کہا کہ اب وہ صحیح معنوں میں میرے والد کی 'شریکِ حیات' بن گئی ہیں، کیونکہ اب وہ دونوں عمر قید کی زندگی ایک ساتھ گزار رہے ہیں۔

ہمارے گھر میں والد صاحب کے لیے ایک کمرہ ہے، ایک ایسا گھر کہ جس میں وہ ایک دن بھی نہیں رہے۔ عشروں پر پھیلی ان کی قید کے بعد، اب ہمارے گھر میں ایک لائبریری موجود ہے، جو ہماری زندگیوں میں ان کی موجودگی اور غیر موجودگی، دونوں کی علامت ہے۔ اردو میں 'شریکِ حیات' کا مطلب ہے کہ جس کے ساتھ زندگی بانٹی اور گزاری جائے۔ میری والدہ نے اپنے ایمان اور اپنی ہمت کے ساتھ کہا کہ اب وہ صحیح معنوں میں میرے والد کی 'شریکِ حیات' بن گئی ہیں، کیونکہ اب وہ دونوں عمر قید کی زندگی ایک ساتھ گزار رہے ہیں۔

میری والدہ نے کبھی زندگی بھر ہتھیار نہیں اٹھایا۔ اس لیے عدالت نے انھیں جنگ اور عسکریت پسندی کی مالی معاونت کے الزامات سے بری کر دیا۔ مگر ان کے الفاظ، ان کی وابستگیوں اور ان کے نظریات کی پاداش میں انھیں عمر قید کی سزا سنائی گئی۔ تشدد اور عدم تشدد کی وہ حدیں جن پر لبرل دنیا اصرار کرتی ہے، ایک نوآبادیاتی ریاست کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتیں۔ مگر میری والدہ کو ملنے والی سزا کسی مسلح جنگجو سے کم نہیں، بلکہ برابر ہے۔ کیونکہ سزا کا ہدف مزاحمت کا طریقہ کار نہیں، بلکہ خود مزاحمت ہے۔

بھارت کس طرح سرگرمی کو جرم قرار دیتا ہے؟

میری والدہ کو عمر قید کی سزا سنانا ان تمام زمروں کی فضولیات کو بے نقاب کرتا ہے، جس کے تحت کہا جاتا ہے: تشدد پسند، یا عدم تشدد پسند، جنگجو یا غیر جنگجو، عسکریت پسند یا سرگرم کارکن۔ یہ وہ تفریق ہے جسے لبرل دنیا بڑے اعتماد کے ساتھ وضع کرتی ہے، لیکن جب اسے نوآبادیاتی ریاستوں کے ظالمانہ نظام کے سامنے پرکھا

جائے تو یہ ریت کی دیوار ثابت ہوتی ہے، اور سامنے خونخوار آنکھوں والا گدھ (Vulture) نظر آتا ہے۔ میری والدہ نے کبھی زندگی بھر ہتھیار نہیں اٹھایا۔ اس لیے عدالت نے انھیں جنگ اور عسکریت پسندی کی مالی معاونت کے الزامات سے بری کر دیا۔ مگر ان کے الفاظ، ان کی وابستگیوں اور ان کے نظریات کی پاداش میں انھیں عمر قید کی سزا سنائی گئی۔ تشدد اور عدم تشدد کی وہ حدیں جن پر لبرل دنیا اصرار کرتی ہے، ایک نوآبادیاتی ریاست کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتیں۔ مگر میری والدہ کو ملنے والی سزا کسی مسلح جنگجو سے کم نہیں، بلکہ برابر ہے۔ کیونکہ سزا کا ہدف مزاحمت کا طریقہ کار نہیں، بلکہ خود 'مزاحمت' ہے۔ یہ عشروں تک، عوامی سطح پر، برملا اور سچ بولنے کی سزا ہے۔ سزا کے حکم نامہ میں لکھا گیا ہے کہ میری والدہ کے ساتھ نرمی برتنا: ''ایک ایسی روح میں نئی جان ڈالنے کے مترادف ہوگا جس کا مقصد انڈیا کے اٹوٹ انگ کی علیحدگی ہے''۔ ان خواتین کے اسی پختہ یقین نے انڈین انتظامیہ کو خوف زدہ کر رکھا ہے۔ انڈیا کے نزدیک میری والدہ، ان کی ساتھی، میرے والد اور سینکڑوں دیگر قیدی محض انسان نہیں، بلکہ وہ 'عبرت کے نشان' اور عام لوگوں کے لیے 'انتباہ' ہیں، جنھیں پوری کشمیری آبادی تک پہنچانے کی بھونڈی حرکتیں کی جا رہی ہیں۔ پیغام واضح ہے: ''اگر ہم 64 سالہ ایک بیمار خاتون کو تین بار عمر قید سنا سکتے ہیں، تو تمھیں کون بچائے گا؟''

A Prison Memoir Wrestling with the Devil

طریقے میں چھپا پیغام

کنیائی دانشور نگوگی واتھیونگو جو خود ایک ایسی ریاست میں قید رہے، جس نے نوآبادیاتی طریقے سیکھ رکھے تھے، اس بات کو بخوبی سمجھتے تھے۔ اپنی یادداشتوں پر مشتمل کتاب میں انھوں نے لکھا کہ قید صرف سزا نہیں بلکہ ایک ڈرامائی تماشا ہوتی ہے۔ سیاسی قید کا کام ایک 'رسمی علامت' کے طور پر ہوتا ہے۔ ریاست قید سے صرف مزاحمتی وجود کو معاشرے سے ختم نہیں کرنا چاہتی، بلکہ وہ اسے اندر سے توڑنا چاہتی ہے اور پھر اس ٹوٹ پھوٹ کی چاروں طرف نمائش کرنا چاہتی ہے۔ اگر نوآبادیاتی ریاست ایسے لوگوں کو جیل میں اپنی جرأت کے برعکس معذرت اور معافیاں مانگتے ہوئے اور اپنے مقصد سے دست بردار ہوتے ہوئے لوگوں کے سامنے پیش کر سکے، تو حکمران سمجھتے ہیں کہ ہم نے طاقت کے ذریعے قید سے بڑھ کر حاصل کر لیا ہے کہ اس نے 'اعترافِ جرم' کر لیا، اور ماضی کے تمام جبر کو جواز فراہم کر کے مستقبل کے لیے بھی راستہ صاف کر دیا ہے۔ ٹوٹا ہوا قیدی پھر ایک ''اصلاح یافتہ پیغامبر'' کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، یا انسانی ملبے کے طور پر دکھایا جاتا ہے، تاکہ آنے والے انقلابی دیکھ لیں کہ کوئی بھی اتنا فولادی نہیں کہ یہ سب سہہ سکے۔ عدالت نے خواتین کے لیے سزا میں سختی کی ایک بڑی وجہ یہ بتائی ہے کہ ان تینوں خواتین میں اپنے طرزِ عمل پر کسی پشیمانی کا اظہار نہیں ملتا۔ انھیں اپنی جدوجہد پر فخر ہے اور وہ دوبارہ یہی کریں گی۔ عدالت نے اس پختہ ارادے کو ان کے 'خطرناک' اور 'ناقابل اصلاح' ہونے کے ثبوت کے طور پر لیا۔ میری والدہ نہیں ٹوٹیں۔ وہ سبق جو ریاست سکھانا چاہتی تھی، وہ الٹا پڑ گیا۔ اسی لیے ریاست نے وہ آخری حربہ استعمال کیا، جو اس کے پاس تھا: ایک ہی زندگی میں تین بار عمر قید! گھر میں اُگے ہوئے پودینے کی خوشبو میری والدہ کی خوشبو کی مانند ہے۔

گھر میں اُگے ہوئے پودینے کی خوشبو میری والدہ کی خوشبو کی مانند ہے۔ مَیں آج بھی انھیں گھر میں پودینے کے پودوں کی دیکھ بھال کرتے ہوئے دیکھ سکتا ہوں۔ ان کے ہاتھ ہر پتّے کی پرورش کرتے ہوئے نہایت نرم مگر پُرعزم ہوتے تھے۔ ریاست، میری والدہ کو 'موت کا فرشتہ' کہتی ہے، کیونکہ وہ اس عزم و ایمان سے مزاحمت کرتی ہیں، جو کبھی کمزور نہیں پڑتا۔ برسوں کی قید کے بعد بھی وہ کشمیر کی جدوجہد حق خود ارادیت پر مضبوطی سے قائم ہیں۔

مَیں آج بھی انھیں گھر میں پودینے کے پودوں کی دیکھ بھال کرتے ہوئے دیکھ سکتا ہوں۔ ان کے ہاتھ ہر پتّے کی پرورش کرتے ہوئے نہایت نرم مگر پُرعزم ہوتے تھے۔ ریاست، میری والدہ کو 'موت کا فرشتہ' کہتی ہے، کیونکہ وہ اس عزم و ایمان سے مزاحمت کرتی ہیں، جو کبھی کمزور نہیں پڑتا۔ برسوں کی قید کے بعد بھی وہ کشمیر کی جدوجہد حق خود ارادیت پر مضبوطی سے قائم ہیں۔ میں اپنی والدہ سے ان کی مکمل ہستی، ان کی انسانیت، ان کے جاہ و جلال اور ان کی شفقت کی وجہ سے محبت کرتا ہوں۔ وہ ظلم کے سامنے آہنی دیوار ہیں، مگر اپنے بچوں، اپنے خاندان، اپنے لوگوں اور ہاں، اپنے پودینے کے پودوں کے لیے بے حد مہربان ہستی ہیں۔ وہ انھیں پیار سے 'میرا پودینہ' کہا کرتی تھیں۔ کاش! میری امّی جلد اپنے گھر میں اپنے پودینے کے پودوں کی دیکھ بھال کر سکیں۔ پودینے کی خوشبو سے رچی فضا میں اپنے 'پودینہ بچوں' سے پیار کر کے دل کو سکون اور آنکھوں کو ٹھنڈک دے سکیں۔

میری زندگی کو سید مودودیؒ کی تحاریر نے کس طرح بدل کر رکھ دیا

سید کاظم حسن نقوی

میرا تعلق یوپی کے شہر امروہہ کے ایک شیعہ گھرانے سے ہے جو تقسیم ہند کے بعد کراچی میں آ کر آباد ہوا۔میرے دادا رئیس امروہوی، سید محمد تقی اور جون ایلیاء کے والد، علامہ شفیق حسن ایلیا کے شاگرد تھے۔میرا کوئی تحریکی یا جماعتی پس منظر نہیں تھا۔پروفیسر تقی حسن نقوی جو فرانس میں فلسفے کے استاد ہیں، رشتے میں میرے تایا ہیں، ایک دن انہوں نے باتوں ہی باتوں میں تذکرہ کیا کہ آج کا نوجوان بہت خوش قسمت ہے کہ علم کے ”دورِ مودودی“ میں جی رہا ہے ورنہ ہمارے زمانے میں تو یہ عالم تھا کہ کوئی بھی نوجوان، بال بڑھا کر داس کیپیٹل ہاتھ میں لیے مارکس کا فلسفہ بگھار کر ہمیں اپنے جال میں پھانس سکتا تھا اور دین و مذہب کے اساس پر اس کے حملوں کے مقابل ہمارے پاس کوئی جواب نہ تھا مگر آج کے دنیا بھر کے مسلمان نوجوانوں کے ہاتھ میں سید مودودی کی کتب کی صورت میں وہ ہتھیار موجود ہے کہ جس سے نا صرف وہ اپنی مدافعت کر سکتے ہیں بلکہ جارحانہ علمی اقدام بھی کر سکتے ہیں۔

یہ کہہ کر انہوں نے سید مودودی کی کتاب ”تنقیحات“ میری طرف بڑھا دی اور مجھے کہا کہ اسے غور سے پڑھنا میں نے کتاب ہاتھ میں لی اور پڑھنا شروع کیا میں نے کتاب کو کیا پڑھا گویا اس کتاب نے خود کو مجھ سے پڑھوایا کیا کمال کی کتاب تھی۔روایتی کتابوں سے بالکل مختلف بالکل جدا سلجھا ہوا اسلوب مدلل انداز اور دلائل کا سیل رواں۔اس کتاب کا حرف حرف میرے دل پر نقش ہو گیا میں سچ کہتا ہوں کہ میں نے اس سے بہتر کتاب آج تک نہیں پڑھی تھی۔

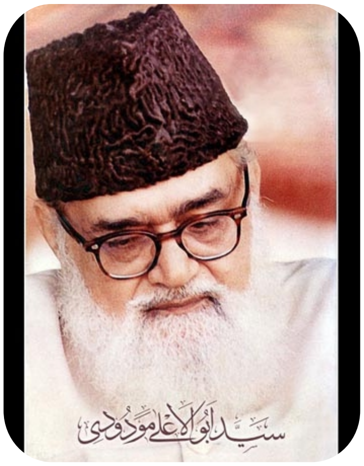

سید مودودی کی عظمت کی دھاک میرے دل پر بیٹھ گئی پھر راولپنڈی میں قیام کے دوران میرے دیرینہ، ہم مشرب و ہم راز دوست (جس کو نہ جانے کیوں اپنا نام ظاہر کرنے سے چڑ ہے) نے میری تحریکی حوالے سے ذہن سازی میں بہت کردار ادا کیا مگر اس کے بعد ایک عرصہ تک سید مودودی کی کوئی کتاب پڑھنے کا موقع نہ ملا۔میں اپنے معمولات میں مگن ہو گیا اور اس کتاب کا تاثر دماغ کے پچھلے گوشے میں منتقل ہو گیا۔سنہ 2016 میں، میں تعلیم کی غرض سے لندن گیا وہاں میری جماعت میں صرف ایک اور مصری مسلمان تھا اس کا تعلق اخوان المسلمون سے ہے، احمد الحامد۔میری اس سے دوستی ہو گئی جو کہ بے تکلفی میں بدلتی چلی گئی ایک دن اس نے مجھے سید قطب کی ایک کتاب دی اور کہا کہ اس کو پڑھو واقعی سید قطب کی عربی کتاب کا انگریزی ترجمہ لاجواب تھا۔ذہن کو متاثر کرنے والا ایک علمی اور ادبی شاہکار اس کتاب کے بعد ہم دونوں میں کتب کا تبادلہ مسلسل ہوتا رہا۔ایک دن اس نے مجھے سید مودودی کی کتاب دینیات کا انگریزی ترجمہ Towards Understanding Islam دیا۔میں ایک عرصے بعد سید مودودی کی کوئی کتاب دیکھتے ہی چونک پڑا۔میں نے متجسس انداز میں اس سے پوچھا: تم سید مودودی کے بارے میں اور کیا جانتے ہو؟ اس نے کہا کیا تمہیں یاد ہے کہ میں نے تمہیں پہلی کتاب سید قطب کی دی تھی، تو سنو۔۔امام مودودی۔۔۔عدالت کے کٹہرے میں سید قطب کا اقرار جرم اور امام مودودی کا اسم مبارک، پھانسی گھاٹ کی کوٹھڑی میں سید قطب کی ۔۔تسبیح صبر۔۔اور۔۔وظیفہء استقامت۔تھا۔یہ کہتے ہوئے اس کی آنکھوں میں چمک سی پیدا ہو گئی تھی۔دراصل سید مودودی سے محبت، انکے افکار سے موافقت اور مصر میں انکا پرچار سید قطب کے جرائم سمجھے گئے اور اس پر انہیں بالآخر موت کی سزا سنا دی گئی۔میں نے اپنا ٹوٹا ہوا بندھن پھر سے استوار کیا تنقیحات کے بعد دینیات، دینیات کے بعد خطبات، خطبات کے بعد تفہیمات، ایک کے بعد دوسری، دوسری کے بعد تیسری۔سید مودودی کی تمام کتابیں پڑھ ڈالیں۔میں نے کتب پڑھنے کے دوران یہ محسوس کیا کہ میرا قلب و ذہن بدل چکا ہے۔اب میرے اندر سے صدا آ رہی ہے۔جو مجھے سیدی کے فکر کی طرف بلا رہی ہے، مجھے عمل کے لئے آمادہ کر رہی ہے، اس

میں نے اپنا ٹوٹا ہوا بندھن پھر سے استوار کیا تنقیحات کے بعد دینیات، دینیات کے بعد خطبات، خطبات کے بعد تفہیمات، ایک کے بعد دوسری، دوسری کے بعد تیسری۔سید مودودی کی تمام کتابیں پڑھ ڈالیں۔میں نے کتب پڑھنے کے دوران یہ محسوس کیا کہ میرا قلب و ذہن بدل چکا ہے۔اب میرے اندر سے صدا آ رہی ہے۔جو مجھے سیدی کے فکر کی طرف بلا رہی ہے، مجھے عمل کے لئے آمادہ کر رہی ہے،اس انقلاب کی طرف پکار رہی ہے کہ جو انسانیت کا مقدر ہو چکا ہے۔

انقلاب کی طرف پکار رہی ہے کہ جو انسانیت کا مقدر ہو چکا ہے۔میں نے احمد الحامد سے اپنا رابطہ مزید استوار کیا اور اس کے ساتھ اخوان کے اسٹڈی سرکلز میں جانا شروع کر دیا۔اسی

دوران پاکستان سے آئے جماعت اسلامی سے وابستہ کچھ افراد سے رابطہ ہوا اور ان کے ذریعے سے **UK Islamic Mission** تک رسائی ملی۔میں دنیا کی مقدس ترین تحریک کا حصہ بن چکا تھا۔عظیم ترین تحریک۔عالمگیر تحریک۔نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کاشغر تک پھیلی ہوئی تحریک۔امریکا یورپ اور آسٹریلیا میں سرگرم عمل تحریک یہ تحریک اس قدر عظیم ہے۔اس کا اندازہ باہر سے نہیں لگایا جا سکتا۔میں مذہبی طور پر شیعہ مسلک سے تعلق رکھتا تھا کسی نے پوچھا تک نہیں۔بس مقصد پر فوکس۔اقامت دین کی جدوجہد، انقلاب کی دھن، دنیا کو بدل دینے کا سودا۔یہ کیا معجزہ ہے کہ جس سے میں وابستہ ہو چکا ہوں

غازی شہاب الدین شہیدؒ۔۔۔ایک عام مجاہد سے اعلیٰ کمانڈر بننے کا سفر

عبدالرشید ڈار

جموں وکشمیر کی سرزمین آزادی کی جدوجہد کی ایک زندہ مثال ہے۔ یہاں کے لوگوں نے بھارتی قبضے کے خلاف نہ صرف پرامن احتجاج کیا بلکہ جب ان کی آواز دبائی گئی تو بندوق اٹھا کر مزاحمت کا راستہ اختیار کیا۔1987ء کے انتخابات میں بھارتی حکومت نے جمہوری عمل کو ناکام بنا کر کٹھ پتلی حکومت قائم کی، تو کشمیری نوجوانوں نے فیصلہ کیا کہ اب پرامن جدوجہد کا دور ختم ہوا۔انہوں نے بھارت کے ظلم کا جواب طاقت سے دینے کا عزم کیا اور جہادِ کشمیر کا نعرہ بلند کیا۔اس تحریک میں مرد، خواتین، بچے اور بوڑھے سب شامل ہوئے۔ ہر گھر سے قربانیاں دی گئیں، خون بہایا گیا اور عزت و ناموس کی حفاظت کے لیے لڑائی لڑی گئی

اس عسکری جدوجہد میں حزب المجاہدین کا کردار سب سے نمایاں رہا۔ یہ تنظیم اصولوں پر قائم رہی اور آزادی کی راہ میں ہزاروں جانوں کی قربانی پیش کی۔حزب المجاہدین کے مجاہدین نے نہ صرف بھارتی فوج کے خلاف لڑائی لڑی بلکہ عوام کے دلوں میں آزادی کا جذبہ بھی پیدا کیا۔انہی مجاہدین میں ایک ایسا نام ہے جو عام سے شروع ہو کر اعلیٰ کمانڈر تک پہنچا اور پھر شہادت کا جام نوش کر کے تاریخ کا حصہ بن گیا۔وہ نام ہے عبدالرشید شہردار عرف غازی شہاب الدین شہیدؒ، جنہیں جہادی حلقوں میں کمانڈر اقبال کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔

1974ء میں سرینگر کے قریب تحصیل کھنموہ کے ایک خوبصورت اور زرخیز علاقے میں ایک دیندار گھرانے میں عبدالرشید شہردار کی پیدائش ہوئی۔ان کے والد محمد یوسف شہردار اسلامیہ ہائی سکول کھنموہ کے ہیڈ ماسٹر تھے۔گھر کا ماحول مکمل طور پر دینی تھا۔والدین نے بچے کی تربیت بڑی محنت سے کی۔ پانچ سال کی عمر میں ہی والد صاحب نے انہیں اپنے سکول میں داخل کر دیا۔عبدالرشید نے میٹرک تک تعلیم حاصل کی اور پھر گورنمنٹ ہائر سیکنڈری سکول کھنموہ سے بارھویں جماعت کا امتحان پاس کیا۔

تعلیم کے دوران وہ صرف کتابیں نہیں پڑھتے تھے بلکہ کھیلوں اور تقریری مقابلوں میں بھی حصہ لیتے۔علاقے کی مساجد میں جمعہ کے خطابات کرتے، جس سے ان کی عوامی رابطے کی صلاحیت بڑھتی گئی۔علاقے میں جماعت اسلامی کا اثر بہت تھا اور تقریباً پورا علاقہ تحریکِ اسلامی کا ہمدرد تھا۔اسی پس منظر کے ساتھ اور اسی دوران عبدالرشید شہردار نے جوائنری مل پانپور میں ملازمت اختیار کی۔ملازمت کے دوران بھی وہ تبلیغی کام جاری رکھتے۔لوگوں کو دین کی طرف بلاتے اور اسلامی اقدار کی ترویج کرتے۔

جب کشمیر میں آزادی کی تحریک نے ایک نئی شکل اختیار کی اور جہاد کا اعلان ہوا تو عبدالرشید شہردار نے اپنی تمام سرگرمیاں جہاد کے لیے وقف کر دیں۔ان کی صلاحیتوں، دیانتداری اور قیادت کے جوہر کو دیکھتے ہوئے حزب المجاہدین کی قیادت نے انہیں مقامی سطح پر عسکری ذمہ داریاں سونپیں۔انہوں نے مقامی طور پر ہی عسکری تربیت حاصل کی تھی۔جب انہیں سیکشن کمانڈر بنایا گیا تو ان کا جہادی نام "اقبال" رکھا گیا۔ یہ نام ان کی اپنی پسند کا تھا کیونکہ وہ علامہ اقبالؒ کے کلام اور فکر سے بہت متاثر تھے۔کمانڈر اقبال شہردار نے اپنے عہدے کی ذمہ داریاں بڑی جرأت سے نبھائیں۔ ان کا سب سے یادگار کارنامہ حضرت بل درگاہ سرینگر سے نیشنل کانفرنس کے تسلط کو ختم کرنا تھا۔حضرت بل کشمیریوں کی روحانی مرکز ہے۔کمانڈر اقبال نے وہاں کھڑے ہو کر ہزاروں لوگوں کو جہاد کی دعوت دی۔ اس کے بعد درگاہ ایک جہادی مرکز بن گئی۔

کمانڈر اقبال کا پورا خاندان تحریک آزادی اور جماعت اسلامی سے وابستہ تھا۔ان کے بہنوئی ہارون الرشید شہید حزب المجاہدین کے ابتدائی ڈسٹرکٹ ایڈمنسٹریٹر برائے سرینگر تھے۔ ان کی شہادت کے بعد بھی خاندان نے مزید نوجوانوں کو جہاد کی راہ میں پیش کیا۔ یہ خاندان قربانیوں کی مثال بنا۔کمانڈر اقبال نے مختلف محاذوں پر لڑائی لڑی اور اپنی صلاحیتوں سے ترقی کی منازل طے کیں۔وہ بٹالین کمانڈر کے عہدے تک پہنچ گئے۔ بھارتی فوج ان سے اتنا خوفزدہ تھی کہ وہ علاقے میں کریک ڈاؤن کرتے ہوئے صرف اقبال شہردار کا پوچھتے۔انہوں نے سینکڑوں نوجوانوں کو عسکری تربیت کے لیے بیس کیمپ بھیجا۔ یہ سلسلہ ان کی شہادت تک جاری رہا۔1998ء میں وہ بیس کیمپ گئے اور وہاں حزب المجاہدین کی اعلیٰ قیادت نے انہیں اہم ذمہ داریاں سونپیں۔وہ ناظم دفتر رہے اور پھر شعبہ ٹرانسپورٹ کے ناظم بھی بنے۔ ہر جگہ انہوں نے دیانتداری، امانتداری اور انتظامی صلاحیت کا ثبوت دیا۔کیمپوں میں جاتے تو اپنی منفرد آواز اور طرزِ گفتار سے مجاہدین میں جہاد کا جذبہ اور شوقِ شہادت پیدا کرتے۔

جو لوگ ان کے قریب رہے، وہ بتاتے ہیں کہ کمانڈر اقبال غصہ کبھی نہیں کرتے تھے۔ہمیشہ مسکراتے رہتے۔سنجیدہ، بردبار، حلیم اور شفیق مزاج کے مالک تھے۔بچوں سے بہت پیار کرتے۔ انہیں گود میں اٹھا کر چومتے اور کھیلتے۔ان کی یہ نرم دل طبیعت انہیں عوام اور مجاہدین دونوں کا محبوب بناتی تھی۔وہ لڑائی کے میدان میں بھی پینترے بدل بدل کر دشمن سے ٹکر لیتے۔آخری لمحات میں جب ان کے پاس گولیاں ختم ہوگئیں تو دشمن کی گولیاں ان کے سینے پر لگیں۔وہ اللہ کی جنت کی طرف چلے گئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ان کی شہادت کی خبر پھیلتے ہی لوگوں کا ایک سمندر اُمڈ آیا۔ ہزاروں لوگوں نے اشک بار آنکھوں سے ان کا آخری دیدار کیا اور انہیں کھنموہ میں اپنے آبائی قبرستان میں دفن کیا۔منظر بہت روح پرور تھا۔خوشبوئیں فضا میں بکھر رہی تھیں۔ان کے معصوم بچے، جو ابھی آٹھ سال کے تھے، اپنے باپ کو جنت کا دولہا بن کر جاتے دیکھ رہے تھے۔ یہ منظر صبر، عظمت اور قربانی کی مثال تھا۔ایسی جدائی کا اجر صرف آزادی اور جنت ہی ہوسکتا ہے۔اللہ تعالیٰ ان کی قربانی قبول فرمائے، حزب المجاہدین کو ان کا نعم البدل عطا کرے اور کشمیری قوم کو آزادی اور اسلام کے نور سے

منور کرے۔آمین۔

کشمیر کی تحریک آزادی کو سمجھنے کے لیے اس کے تاریخی پس منظر کو دیکھنا ضروری ہے۔ 1947ء کے بعد سے کشمیر متنازعہ علاقہ رہا۔ اقوام متحدہ کی قراردادوں کے باوجود بھارت نے وعدوں کی خلاف ورزی کی۔ 1987ء کے انتخابات میں دھاندلی نے آگ بھڑکا دی۔ کشمیریوں نے پہلے پرامن مظاہرے کیے لیکن بھارتی فوج اور نیم فوجی دستوں نے انہیں کچل دیا۔اس کے بعد نوجوانوں نے عسکری راستہ اختیار کیا۔حزب المجاہدین جیسی تنظیموں نے منظم جدوجہد شروع کی۔سید علی گیلانیؒ جیسے رہنماؤں نے سیاسی اور عوامی سطح پر آواز بلند کی۔ ہر طبقے نے قربانی دی۔ مالی مدد، جانی قربانیاں، عزت و عصمت کی حفاظت—سب کچھ شامل ہے۔حزب المجاہدین نے شروع سے اصولوں پر قائم رہ کر جدوجہد کی۔اس کے مجاہدین نے بھارتی فوج کے خلاف متعدد کارروائیاں کیں۔عام کارکن سے لے کر اعلیٰ قیادت تک ہزاروں شہید ہوئے۔ان شہداء نے اسلام کی عظمت، کشمیر کی آزادی اور پاکستان کی بقا جیسے اہداف کے لیے لڑائی لڑی۔

غازی شہاب الدین شہید کا سفر ایک عام نوجوان سے اعلیٰ کمانڈر تک کا سفر ہے۔وہ سید صلاح الدین احمد کے بہت ہی قریبی اور بااعتماد ساتھی تھے۔انہوں نے تبلیغ سے شروع کیا، پھر جہاد میں شامل ہوئے۔سیکشن کمانڈر سے بٹالین کمانڈر تک پہنچے۔ان

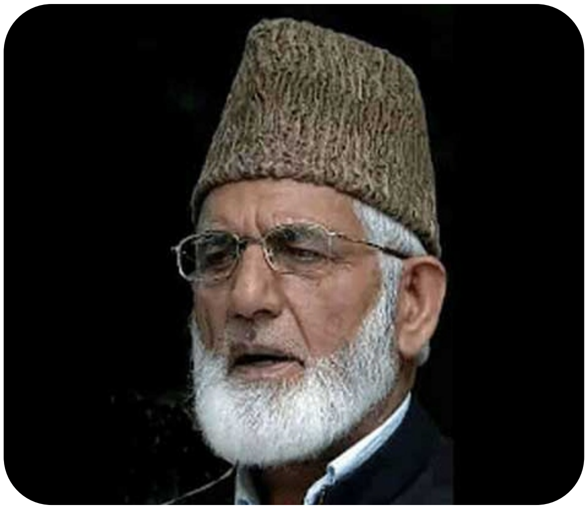

کی قیادت میں سینکڑوں نوجوان تربیت پا کر میدان میں اترے۔وہ نہ صرف اعلیٰ جنگجو تھے بلکہ ایک اچھے منتظم بھی۔دفتر، ٹرانسپورٹ اور کیمپوں کی ذمہ داریاں سنبھالیں۔

مجاہدین کو اخلاقی تربیت بھی دیتے۔ان کی مسکراہٹ اور حلیم طبیعت انہیں الگ پہچان دیتی تھی۔دشمن ان سے خوفزدہ تھا کیونکہ وہ علاقے کے نوجوانوں کو منظم کر رہے تھے۔ان کی شہادت۔۔ 6 مئی 2004ء میں ہوئی جب بھارتی فوج کے ساتھ ایک مقابلے میں انہوں نے آخری سانس تک لڑائی لڑی۔ وہ اس وقت چیف آپریشنل کمانڈر کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریاں ادا کر رہے تھے۔

کشمیر میں ہزاروں غازی شہاب الدین جیسے مجاہدین نے جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ان کی قربانیاں بے سود نہیں جائیں گی۔شہداء کا لہو آزادی کے درخت کو سیراب کرتا ہے۔جیسا کہ شاعر نے کہا:" مقصد کے لئے جو بہہ جائے، وہ پاک لہو سستا تو نہیں۔۔۔ ہر روز اُفق پر سجتا ہے، شہداء کا لہو چھپتا تو نہیں" ۔۔۔یہ قربانیاں کشمیری قوم کو متحد رکھتی ہیں۔ بچے اپنے والد کی کہانیاں سن کر بڑے ہوتے ہیں۔ خواتین صبر کا پہاڑ بن کر گھر سنبھالتی ہیں۔

غازی شہاب الدین شہیدؒ کی زندگی ہمیں سکھاتی ہے کہ ایک عام انسان بھی اگر عزم اور ایمان کے ساتھ آگے بڑھے تو تاریخ بدل سکتا ہے۔ان کا سفر تبلیغ سے جہاد تک، سیکشن کمانڈر سے چیف کمانڈر تک، اور پھر شہادت تک کا سفر ایک مثالی سفر ہے۔آج بھی کشمیر میں جدوجہد جاری ہے۔ بھارتی ظلم جاری ہے لیکن کشمیریوں کا حوصلہ بلند ہے۔حزب المجاہدین جیسے مجاہدین کے حوصلے بلند ہیں۔اللہ تعالیٰ تمام شہداء کی قربانیاں قبول فرمائے، کشمیر کو آزادی عطا کرے اور امت مسلمہ کو اتحاد کی توفیق دے۔آمین۔

انتقال پُرملال ماہ اپریل 2026

بابر صاحب پٹن کی (والدہ) مقبوضہ کشمیر میں وفات پا گئی

طفیل الطاف بٹ کی (والدہ) مقبوضہ کشمیر میں وفات پا گئی

آصف اقبال زینہ گیر بارہ مولہ کی (والدہ) مقبوضہ کشمیر میں وفات پا گئی

زبیر احمد باندی پورہ کی (اہلیہ) طویل علالت کے بعد سیالکوٹ میں وفات پا گئی

کمانڈر خلیف احمد المعروف شفقت (سیالکوٹ پاکستان) میں حرکت قلب بند ہو جانے کے باعث وفات پا گئے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے آمین۔قارئین سے گزارش ہے کہ مرحومین کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں

آپ نے پوچھا ہے!!!...........

مفتی خالد عمران خالد

سوال: مفتی صاحب اگر ایک عورت اپنے شوہر سے زبردستی طلاق لینا چاہتی ہے، اور خاوند طلاق دینا نہیں چاہتا، اور اسی بحث ومباحثہ میں عورت گھر سے چلی جائے، شریعت میں اسکا کیا حل ہے، رہنمائی فرمائیں، جزاک اللہ خیرا کثیرا

جواب: گرکوئی خاتون اپنے شوہر سے زبردستی طلاق لینا چاہتی ہو اور شوہر طلاق دینے کو تیار نہ ہو، تو شریعت مطہرہ کے مطابق طلاق نہیں ہوتی۔ طلاق شوہر کا حق ہے، عورت اسے زبردستی نہیں لے سکتی۔ اس صورت میں شریعت کا درست حل خلع ہے۔ عورت کو چاہیے کہ سب سے پہلے خاندان کے بزرگوں یا محلے کے معتبر لوگوں کے ذریعے شوہر سے بات کروائے اور مصالحت کی کوشش کی جائے۔ اگر مصالحت نہ ہو تو عورت خلع کا مطالبہ کر سکتی ہے۔ خلع میں عورت عام طور پر اپنا مہر (اگر وصول ہوا ہو) یا کچھ مال ومتاع واپس کر کے نکاح ختم کرا لیتی ہے۔ خلع کے بعد عورت عدت گزارے گی اور پھر دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔

اگر شوہر خلع پر راضی نہ ہو تو عورت شرعی عدالت (یا پاکستان میں فیملی کورٹ) سے خلع کی درخواست دے سکتی ہے۔ عدالت شوہر کو سننے کے بعد، اگر عورت کے پاس شرعی وجوہات ہوں تو خلع کا حکم دے سکتی ہے۔

گھر چھوڑ کر جانا نُشوز (شوہر کی نافرمانی) شمار ہو سکتا ہے، اس لیے عورت کو چاہیے کہ جب تک شرعی راستہ طے نہ ہو جائے، گھر سے نہ نکلے، بلکہ صبر وتحمل سے کام لے اور اللہ سے مدد مانگے۔ اللہ تعالیٰ سب کے درمیان بہتری اور صلح پیدا فرمائے۔ آمین۔ جزاک اللہ خیراً کثیراً۔

سوال: کیا نقد اور اقساط یا ادھار میں خرید وفروخت درست ہے

جواب: شریعت مطہرہ میں نقد اور ادھار (قسطوں پر) دونوں طرح کی خرید وفروخت جائز اور درست ہے۔ ادھار میں متعدد قسطیں رکھنا بھی بالکل درست ہے، اور یہ ضروری نہیں کہ پوری رقم ایک ہی مرتبہ متعینہ مدت پر وصول کی جائے۔ ادھار (قسطوں) میں نقد کے مقابلے میں زیادہ قیمت رکھنا بھی جائز ہے، کیونکہ یہ بیع مؤجل (ادھار کی بیع) کی ایک قسم ہے جس میں بائع کو تاخیر کی وجہ سے اضافی قیمت ملتی ہے اور مشتری کو قسطوں کی سہولت۔ یہ سود نہیں ہے، بلکہ جائز تجارت ہے۔

اہم شرائط جو لازمی ہیں: مجلس عقد (سودے کی مجلس) میں ہی واضح طور پر طے کر لیا جائے کہ معاملہ نقد ہے یا ادھار/قسطوں پر۔ کل قیمت (مجموعی رقم) متعین ہو، قسطوں کی تعداد، ہر قسط کی رقم اور ادائیگی کی مدت بالکل واضح ہو۔

معاملے میں کوئی جہالت (ابہام) نہ رہے، یعنی کوئی چیز غیر واضح نہ ہو۔

کوئی شرط فاسد (جیسے تاخیر پر جرمانہ لگانا) نہ ہو۔ اگر تاخیر ہو تو صرف اصل واجب رقم وصول کی جا سکتی ہے، اضافی جرمانہ نہیں۔

سوال: کیا منی ایکسچینج میں ملازمت جائز ہے یا نہیں وہاں ریال دیتے ہیں پاکستانی پیسے لیتے ہیں ڈالر دیتے ہیں پاکستانی پیسے لیتے ہیں اور ڈالر دیتے ہیں لیتے ہیں تو پاکستانی پیسے لیتے ہیں انہیں غیر ملکی کرنسی لیتے ہیں دیتے ہیں اس میں کام کرنا جائز ہے یا نہیں

جواب: اسٹاک ایکسچینج منی ایکسچینج، بیمہ کمپنی اور بینک کی ایسی ملازمین جن کا تعلق براہ راست سودی لین دین یا کسی ناجائز کام سے ہو ان کا اختیار کرنا حرام اور ان پر ملنے والی تنخواہ کا بھی یہی حکم ہے جو ملازمت ایسی نہ ہو ان کو اختیار کرنے کی گنجائش ہے۔

سوال: کیا وظیفہ کیا کسی عمل کرنے کے لیے کسی شیخ کی یا پیر کی اجازت ضروری ہے یا اپنے طور پہ خود بھی وظائف اور عمل کیا جا سکتا ہے شریعت کی روشنی میں رہنمائی فرمائیے

جواب شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں وظیفہ یا عمل پڑھنے کے لیے کسی شیخ یا پیر کی اجازت شرعاً لازم یا ضروری نہیں ہے۔ بغیر اجازت کے بھی مستند، قرآن وحدیث سے ثابت شدہ یا معتبر کتابوں میں مذکور وظائف اور اعمال کرنا جائز اور درست ہے۔ البتہ بعض اوقات لوگ بزرگوں سے اجازت (اذن) اس لیے لیتے ہیں کہ: اپنے احوال کے مطابق مناسب اوراد کی تشخیص ہو۔ کلمات کی ادائیگی، تلفظ اور اصلاح ہو۔ بزرگوں کے تجربات کی روشنی میں مفید ہدایات مل سکیں۔ فیض وبرکت میں اضافہ ہو اور کیفیتِ باطنی میں ترقی ہو۔ اسی کو "اجازت" کہا جاتا ہے۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اسی نوعیت کے سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ فائدے کی دو قسمیں ہیں: ایک اجر وثواب، دوسری کیفیت باطنی۔ بلا اجازت پڑھنے سے اجر وثواب میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ البتہ کیفیت باطنی میں فرق پڑ سکتا ہے، خصوصاً جب کوئی شخص شیخ سے تربیتِ باطن کا تعلق رکھتا ہو۔ (امداد الفتاویٰ وغیرہ)

سوال: کیا عملیات تعویذات میں اجازت کی کیا ضرورت ہے؟

جواب: عملیات دو قسم کی ہیں: ایک تو وہ جن کا اثر دنیاوی ضرورتوں کا پورا ہونا ہے۔ اس میں اجازت کا مقصد تقویتِ خیال (یعنی خیال کو مضبوط کرنا) ہے؛ کیوں کہ رواج اور عادت کی وجہ سے پڑھنے والے کو یہ اطمینان ہو جاتا ہے کہ اجازت کے بعد خوب اثر ہوگا۔ اور اثر ہونے کا دارومدار قوت خیال پر ہے اور اجازت وغیرہ قوت خیال کا ذریعہ ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اجازت دینے والے کی توجہ بھی اس کی طرف ہو جاتی ہے، اس سے اس کے خیال کے ساتھ ایک دوسرا خیال مل جاتا ہے جس سے عمل پڑھنے والے کے خیال کو تقویت پہنچتی ہے۔

دوسرے وہ اعمال جن کا ثمرہ اخروی ہوتا ہے (یعنی آخرت میں ثواب ہوگا) سو ایسے اعمال میں اجازت کی کوئی ضرورت نہیں، ثواب اور اللہ کا قرب ہر حالت میں یک ساں ہوگا اور اگر اس کو اجازت حدیث وغیرہ پر قیاس کیا جائے تو صحیح نہیں۔ کیوں کہ وہاں اجازت سے سند کی روایت مقصود ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر شخص روایت کا اہل نہیں ہوتا۔ اسی طرح میرا خیال ہے کہ ہر شخص وعظ کا بھی اہل نہیں جس کی حالت پر اطمینان ہو جائے

کہ وہ گڑبڑ نہ کرے گا اس کو اجازت دینا چاہیے۔

الغرض اخروی اعمال میں اجازت کے کوئی معنی نہیں، بلا اجازت بھی (ان اعمال کے کرنے سے) ثواب میں کمی نہ ہوگی۔البتہ ماثور (یعنی مسنون) دعاؤں میں الفاظ و اعراب کی تصحیح بھی مقصود ہوتی ہے، سو جس کو استعداد نہ ہو (جو صحیح نہ پڑھ سکتا ہو) اس کے لیے اجازت میں یہ مصلحت ہے کہ استاد صحیح کرادے گا، اور جس کو اتنی استعداد ہو کہ وہ خود صحیح پڑھ سکتا ہو اس کو اس کی بھی ضرورت نہیں"۔

سوال: کیا کھیل کھیلنا جائز ہے اور اس کی کیا شرائط ہیں کسی بھی کھیل کی شرعی طور پر۔سنوکر گیم کے بارے میں آپ کی رائے

جواب: کسی بھی قسم کا کھیل جائز ہونے کے لیے مندرجہ ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے، ورنہ وہ کھیل لہو ولعب میں داخل ہونے کی وجہ سے شرعاً ناجائز اور حرام ہوگا اور اس کی کمائی بھی حرام ہوگی:

1۔ وہ کھیل بذاتِ خود جائز ہو، اس میں کوئی ناجائز بات نہ ہو۔

2۔ اس کھیل میں کوئی دینی یا دنیوی منفعت ہو مثلاً جسمانی ورزش وغیرہ، محض لہو ولعب یا وقت گزاری کے لئے نہ کھیلا جائے۔

3۔ کھیل میں غیر شرعی امور کا ارتکاب نہ کیا جاتا ہو، مثلاً جوا وغیرہ۔

4۔کھیل میں اتنا غلو نہ کیا جائے کہ شرعی فرائض میں کوتاہی یا غفلت پیدا ہو۔

حاصل یہ ہے کہ اگر "اسنوکر گیم" میں مذکورہ خرابیاں پائی جائیں یعنی اس میں غیر شرعی امور کا ارتکاب کیا جاتا ہو یا اس میں مشغول ہو کر شرعی فرائض اور واجبات میں کوتاہی اور غفلت برتی جاتی ہو، یا اسے محض لہو ولعب کے لیے کھیلا جاتا ہو (جیسا کہ عام طور پر سنوکر کلب میں یہ سب ہوتا ہے) تو اس طرح کا گیم کا کھیلنا جائز نہیں ہوگا اور نہ اس کی کمائی حلال ہوگی، اور اگر یہ خرابیاں نہ ہوں تو بھی "سنوکر گیم" کھیلنے میں نہ جسمانی ورزش ہے، نہ دینی یا بامقصد دنیوی فائدہ ہے۔صورت مسئولہ میں سنوکر کھیلنے کا عام مروجہ طریقہ کار وہی ہے کہ ہارنے والا فرد یا جماعت اسنوکر کھیلنے کی قیمت کی ادائیگی کرتی ہے، اب چاہے اس کو وقت کی فیس ہی کیوں نہ کہا جائے، شرعی اعتبار سے یہ وہی جوے کی رقم ہے جو ہارنے والی جماعت ادا کرتی ہے۔مزید یہ کہ ایسے مقامات عام طور پر کئی قسم اخلاقی خرابیوں مثلاً میوزک گانا بجانا لڑائی جھگڑا، گالم گلوچ وغیرہ کا مرکز ہوتے ہیں، نیز ایسے کھیلوں میں حصہ لینے والے عموماً نمازوں سے غفلت کا شکار ہوتے ہیں، ایسی صورت حال میں اسنوکر کلب کا کھولنا جوا اور غیر شرعی کاموں میں معاونت کرنا ہے، اس لیے اسنوکر کلب کھولنا جائز نہیں اور اس کی کمائی حلال نہیں۔

سوال: بھائی مجھے ارجنٹ فتویٰ چاہیے آج ضروری ہے۔میں والد صاحب کی وراثت میں حصہ لینا چاہتا ہوں اور الگ ہونا چاہتا ہوں لیکن میری والدہ نہیں مانتی نہ الگ ہونا اور نہ حصہ دینا۔ان باتوں میں شریعت کا کیا حکم ہے۔مولانا اس کا فتویٰ لینا ہے

جواب: بھائی، شریعتِ مطہرہ کا حکم یہ ہے کہ والد کی وفات کے بعد میراث تمام ورثاء پر فرض ہو جاتی ہے۔بیٹا والد کی جائیداد میں شرعی حصہ رکھتا ہے، لہٰذا آپ کو اپنے والد کی میراث میں سے اپنا حصہ مانگنے کا مکمل شرعی حق حاصل ہے۔والدہ اس حصے سے انکار نہیں کر سکتیں۔والد کی تمام جائیداد (گھر، زمین، بینک بیلنس، کاروبار وغیرہ) میں شرعی ورثاء کا حق ہے۔بیٹے کا حصہ واضح ہے۔والدہ صرف اپنا شرعی حصہ (آٹھواں یا چھٹا، حسبِ صورتحال) رکھ سکتی ہیں، باقی ورثاء (بیٹوں، بیٹیوں) کو تقسیم کرنا ضروری ہے۔والدہ کا احترام، خدمت اور نگہداشت آپ پر فرض ہے۔میراث کا مطالبہ کرتے ہوئے ان کی عزت، دل آزاری سے بچنا بھی ضروری ہے۔والدہ کو گھر میں رہنے کا حق ہے جب تک وہ خود الگ رہنا نہ چاہیں۔اگر گھر مشترک ہے تو آپ اپنا حصہ الگ کرا کے الگ رہ سکتے ہیں۔والدہ کو مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ آپ کے ساتھ رہیں یا آپ ان کے ساتھ رہیں۔الگ رہنے کا حق بھی ہے، لیکن والدہ کی خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک برقرار رکھنا لازم ہے۔سب سے پہلے والدہ سے نرمی اور احترام کے ساتھ بات کریں۔انہیں بتائیں کہ یہ آپ کا شرعی حق ہے، نہ کہ ان کے خلاف بغاوت۔اگر وہ نہ مانیں تو خاندان کے بزرگوں یا معتبر علماء کو درمیان میں لائیں تاکہ مصالحت ہو۔پھر بھی نہ بنے تو شرعی عدالت یا فیملی کورٹ میں کیس کر کے اپنا حصہ الگ کروا سکتے ہیں۔عدالت والدہ کو بھی سنے گی اور شرعی اصولوں کے مطابق فیصلہ کرے گی۔اللہ تعالیٰ آپ کے درمیان صلح و خیر پیدا فرمائے، میراث میں برکت دے اور ماں بیٹے کے رشتے کو مزید مضبوط کرے۔آمین

سوال اگر کوئی بچہ مردہ پیدا ہو جائے تو اس کو غسل دیا جائے گا یا نہیں

جواب: اگر بچہ مردہ پیدا ہو یعنی پیدائش کے وقت زندگی کی کوئی علامت اس میں موجود نہ ہو، لیکن سارے اعضاء بن چکے ہوں تو ایسے بچے کا حکم یہ ہے کہ اس بچے کو غسل بھی دیا جائے گا اور نام بھی رکھا جائے گا، لیکن باقاعدہ مسنون کفن نہیں دیا جائے گا اور جنازہ کی نماز بھی نہیں پڑھی جائے گی، بلکہ یوں ہی کسی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے گا۔

03005259116
Taibahfoundation1@gmail.com

مفتی صاحب سے آپ اس نمبر اور ای میل پر رابطہ کر سکتے ہیں

دنیا کو چھوڑ کر کونوں اور گوشوں میں جا بیٹھنا اور اللہ اللہ کرنا عبادت نہیں ہے بلکہ دنیا کے دھندوں میں پھنس کر اور دنیوی زندگی کی ساری ذمہ داریوں کو سنبھال کر خدا کے قانون کی پابندی کرنا ہی عبادت ہے۔

(مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی)

پروفیسر محمد رفیع بٹ ؒ ۔۔۔ایک شخص ایک کارواں

مدثر احمد

سری نگر 4 مئی 2018 کو، یونیورسٹی آف کشمیر میں سوشیالوجی کے اسسٹنٹ پروفیسر محمد رفیع بٹ نے صبح کا لیکچر دیا، اپنے ساتھیوں

کے ساتھ چائے پی، اور کیمپس سے تقریباً 3 بجے نکلتے ہوئے اپنی بیوی کو فون پر بتایا کہ وہ شام تک گھر پہنچ جائیں گے۔ان کی سرگرمی میں کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی، سوائے اس کے کہ 32 سالہ استاد نے شاید پہلی بار پنا دوپہر کا لیکچر چھوڑ دیا۔تاہم جب ”میں نے انہیں فون کیا کہ ان کے طلبہ منتظر ہیں تو انہوں نے جلدی سے مجھے بتایا کہ گھر میں کچھ فوری کام ہے“ ۔۔سوشیالوجی ڈیپارٹمنٹ کے ایک سکالر نے بتایا جس نے نام ظاہر نہ کرنے کی خواہش کی۔لیکن جب رفیع صاحب (جیسا کہ کیمپس اور ان کے آبائی گاؤں چندینہ گاندربل میں پیار سے کہا جاتا تھا) اس رات گھر نہیں پہنچے تو اگلے صبح ان کے خاندان نے پولیس میں گمشدگی کی رپورٹ درج کرائی۔

6 مئی 2018 کی صبح، شوپیاں ضلع کے گاؤں بڈگھام میں مجاہدین اور بھارتی فورسز کے درمیان فائرنگ کا تبادلہ ہوا۔رفیع صاحب، ان پانچ حزب المجاہدین کے کارکنوں میں شامل تھے جنہیں انکاؤنٹر میں شہید کر دیا گیا۔ اس انکاؤنٹر میں حزب کا اعلیٰ کمانڈر صدام پڈر اور کشمیر میں سب سے لمبے عرصہ تک زندہ رہنے والا عسکریت پسند عادل ملک بھی شہادت سے سرفراز ہوا۔

ایک ”ابھرتے ستارے“ سے عسکریت پسند بننے اور پھر اس کی شہادت یہ سب کچھ 40 گھنٹوں سے بھی کم وقت میں وادی کشمیر کی اس المناک حقیقت کی عکاسی کرتا ہے جو پچھلے تین دہائیوں سے مسلسل دیکھی جا رہی ہے۔بٹ خاندان نے ابھی صبح کی چائے ختم کی ہی تھی کہ عبدالرحیم بٹ کے موبائل کی گھنٹی بجی۔دوسری طرف رفیع صاحب تھا۔لیکن عبدالرحیم اس کے بارے میں پوچھ پاتا اس سے پہلے ہی رفیع صاحب نے بات کاٹتے ہوئے کہا: ”میں کورڈن میں پھنس گیا ہوں۔اگر میں نے آپ کو تکلیف دی ہو تو معاف کر دیں۔“

عبدالرحیم کے ہاتھ سے فون گر گیا۔ بغیر مزید سنے ان کے بڑے بیٹے امتیاز نے بتایا۔اسے بچانے کی کوشش میں، سابق سرکاری ملازم عبدالرحیم نے شوپیاں جانے کا فیصلہ کیا۔

بغیر وقت ضائع کئے، عبدالرحیم، امتیاز اور رفیع صاحب کی بیوی انکاؤنٹر کی جگہ کی طرف روانہ ہو گئے جو ان کے گھر سے 80 کلومیٹر دور تھی۔ راستے میں انہوں نے یونیورسٹی کے پانچ سکالرز کو بھی ساتھ لیا تاکہ وہ اپنے استاد کو قائل کر سکیں۔لیکن خاندان کا انکاؤنٹر کی جگہ تک پہنچنے سے پہلے ہی رفیع صاحب شہادت کے مقام پر پہنچ چکے تھے۔غمزدہ خاندان اپنے پروفیسر سے مجاہد بنے بیٹے کی گولیوں سے چھلنی لاش لے کر گھر واپس آیا۔طلبہ اور ساتھیوں کے لیے رفیع صاحب ایک مینٹر

طلبہ اور ساتھیوں کے لیے رفیع صاحب ایک مینٹر اور پیارے استاد تھے جو طلبہ کی مدد کرنے سے کبھی گریز نہیں کرتے تھے۔پی ایچ ڈی مکمل کرنے کے فوراً بعد 2017 میں انہیں ڈیپارٹمنٹ میں فیکلٹی ممبر منتخب کر لیا گیا تھا۔وہ سلیکشن لسٹ میں سرفہرست تھے۔رفیع صاحب نے NET ٹیسٹ پاس کیا تھا اور یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے سینئر ریسرچ فیلو تھے۔ان کا اپنے مضمون پر مکمل عبور تھا۔یونیورسٹی میں ان کے ایک دوست نے کہا۔”ریسرچ کے میدان میں وہ اپنے ساتھیوں اور حتیٰ کہ ڈیپارٹمنٹ کی فیکلٹی سے بھی کہیں آگے تھے

اور پیارے استاد تھے جو طلبہ کی مدد کرنے سے کبھی گریز نہیں کرتے تھے۔پی ایچ ڈی مکمل کرنے کے فوراً بعد 2017 میں انہیں ڈیپارٹمنٹ میں فیکلٹی ممبر منتخب کر لیا گیا تھا۔وہ سلیکشن لسٹ میں سرفہرست تھے۔رفیع صاحب نے NET ٹیسٹ پاس کیا تھا اور یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے سینئر ریسرچ فیلو تھے۔ان کا اپنے مضمون پر مکمل عبور تھا۔یونیورسٹی میں ان کے ایک دوست نے کہا۔” ریسرچ کے میدان میں وہ اپنے ساتھیوں اور حتیٰ کہ ڈیپارٹمنٹ کی فیکلٹی سے بھی کہیں آگے تھے

رفیع صاحب کے قومی اور بین الاقوامی جرائد میں کم از کم 30 مقالے شائع ہو چکے تھے، جیسے کیپیٹلزم اور انڈیا میں کسانوں کی خودکشی ۔۔۔کشمیر میں پتھراؤ: ایک سوشیالوجیکل مطالعہ۔۔۔اور کیپیٹلزم کی وجہ سے پیدا ہونے والے معاصر ماحولیاتی چیلنجز پر عالمی نقطہ نظر۔“ ہم نے ایک مینٹر، ایک دانشور اور ایک ایسے استاد کو کھو دیا جو کسی بھی صورتحال میں اپنے طلبہ کا ساتھ دیتے تھے“ سوشیالوجی ڈیپارٹمنٹ کے سکالر میر سہیل نے کہا۔مزید کہتے ہیں کہ

رفیع صاحب نے طلبہ کو بتایا تھا کہ انہیں سنٹرل یونیورسٹی آف حیدرآباد میں نوکری مل گئی ہے اور وہ دو ہفتوں کے اندر اندر وہاں چلے جائیں گے۔ یہ خبر طلبہ کے لیے صدمے کا باعث بنی تھی جنہوں نے ایک نظم لکھی تاکہ اپنے استاد کو قائل کریں کہ وہ ”ہمیں اکیلے نہ چھوڑیں“ ۔

یہ نظم اردو میں لکھی گئی تھی جسے رفیع صاحب نے 4 مئی دوپہر کو فیس بک پر پوسٹ کیا۔” آپ دھوپ میں سایہ ہیں، آپ ٹھنڈی ہوا ہیں، آپ کے الفاظ دعا جیسے لگتے ہیں، دھوپ میں ٹھنڈی اور سکون بخش ہوا......“ تین صفحوں کی اس نظم میں اسی انداز کے اشعار تھے۔” میرے طلبہ کا تحفہ۔ میں تمہاری محبت اور احترام کو یاد رکھوں گا۔تم سب کو برکت ہو“ رفیع نے نظم کا جواب دیتے ہوئے اپنی آخری فیس بک پوسٹ میں لکھا تھا، اس سے پہلے کہ وہ

شوپیاں کی طرف عسکریت میں شامل ہونے کے لیے نکلے۔۔۔ ان کی شہادت نے یونیورسٹی کے طلبہ برادری کو شدید صدمے میں ڈال دیا ہے

ان کے خاندان والوں اور یونیورسٹی کے ساتھیوں نے کہا کہ انہیں کبھی یہ اندازہ نہیں ہوا کہ رفیع صاحب عسکریت میں شامل ہو جائیں گے۔ وہ ہمیشہ اپنے طلبہ کو پڑھنے اور کشمیر پر لکھنے کی ترغیب دیتے تھے۔" یہ بھی ظلم کے خلاف لڑنے کا ایک طریقہ ہے"، ان کے طلبہ سے ان کے اکثر دہرائے جانے والے الفاظ تھے۔ایک طالب علم، جو چار سال سے پروفیسر رفیع صاحب کے قریب تھانے کہا کہ وادی میں جاری قتل و غارت گری اور سیاسی انتشار نے ان پر گہرا اثر ڈالا تھا۔ہر بار جب کوئی شہادت ہوتی تو وہ اپنے ذہن میں پیدا ہونے والی بے چینی کا ذکر کرتے تھے۔ایک کشمیری سکالر نے کہا۔" پرامن طریقوں سے اختلاف رائے کا اظہار کرنے کے تمام ذرائع بند کر کے، باقی صرف مسلح فورسز کے خلاف خود دفاع رہ جاتا ہے...... آگے کا راستہ اسٹیٹس کو میں تبدیلی ہے، جہاں طاقت صرف طاقت کے لیے استعمال نہ ہو،" انہوں نے 18

> انڈین انسٹیٹیوٹ آف سائنس ایجوکیشن اینڈ ریسرچ پونہ انڈیا کی ریسرچ سکالر امیش اُنی نے ان کی شہادت پر کہا" مجھے اس میں کوئی مذہبی سخت گیر نہیں ملا۔۔۔وہ نرم گفتار اور عاجز شخص لگتے تھے جو سیاسی جدوجہد میں تشدد کے خیال کے حامی نہیں تھے۔وہ میرے ساتھ کشمیر کے بارے میں بات کرتے ہوئے ہمیشہ امن کی وکالت کرتے تھے،وہ شاید انتہائی تکلیفوں سے گزرے ہوں گے جس کی وجہ سے انہوں نے ہتھیار اٹھا لئے۔میں بہت برا محسوس کر رہا ہوں کیونکہ میرے ہاتھوں پر بھی ان کا خون ہے۔ہم انڈینوں کے ہاتھوں پر ہزاروں کشمیریوں کا خون ہے جسے کوئی معافی یا مالی پیکج نہیں دھوسکتا "

اپریل کو لکھا تھا"۔۔۔کاش ہمیں اس سے بات کرنے کا موقع ملتا، اسے قائل کرنے کا...... ہم کچھ کر پاتے اس سے پہلے ہی سب کچھ ختم ہوگیا" ایک پریشان حال امتیاز نے اخباری نمائندوں کو بتایا۔ انڈین انسٹیٹیوٹ آف سائنس ایجوکیشن اینڈ ریسرچ پونہ انڈیا کی ریسرچ سکالر امیش اُنی نے ان کی شہادت پر کہا" مجھے اس میں کوئی مذہبی سخت گیر نہیں ملا۔۔۔وہ نرم گفتار اور عاجز شخص لگتے تھے جو سیاسی جدوجہد میں تشدد کے خیال کے حامی نہیں تھے۔ وہ میرے ساتھ کشمیر کے بارے میں بات کرتے ہوئے ہمیشہ امن کی وکالت کرتے تھے،وہ شاید انتہائی تکلیفوں سے گزرے ہوں گے جس کی وجہ سے انہوں نے ہتھیار اٹھا لئے۔میں بہت برا محسوس کر رہا ہوں کیونکہ میرے ہاتھوں پر بھی ان کا خون ہے۔ہم انڈینوں کے ہاتھوں پر ہزاروں کشمیریوں کا خون ہے جسے کوئی معافی یا مالی پیکج نہیں دھوسکتا "

ماہوار اجتماع کی کاروائی

اویس بلال

مورخہ 5اپریل بروز اتوار بوقت 30_10 بجے صبح مرکزی جامع مسجد شہدا میں حزب راولپنڈی و اسلام آباد یونٹ کا ماہوار اجتماع منعقد ہوا۔ اجتماع کا آغاز حافظ عامر صاحب نے تلاوت کلام پاک سے کیا۔ اس کے بعد مجاہد ریاض صاحب نے ہدیہ نعت بحضور سرور کائنات ﷺ پیش کیا۔ڈائس انچارج جناب مبارک صاحب نے اجتماع کی اہمیت و افادیت بیان کر کے ناظم شعبہ تعلیم و تربیت محمد عارف کو درس حدیث پیش کرنے کی دعوت دی۔انہوں نے مدلل انداز میں سید الاستغفار پر درس دیا

اس کے بعد اجتماع کے مہمان خصوصی جناب عبدالرشید ترابی صاحب سابق امیر جماعت اسلامی آزاد جموں وکشمیر نے تحریک آزادی جموں وکشمیر کے پس منظر اور پیش منظر پر مدلل اور مفصل خطاب فرمایا۔ان کے خطاب کا خلاصہ یہ تھا کہ اس روئے زمین پر اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ لوگ وہ ہیں جو اس کے دین کی دعوت دیتے ہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں بدیوں سے روکتے ہیں اور عمل صالح کے ذریعے معاشرے کی اصلاح کرتے ہیں ۔اسلامی تحریکوں کا بنیادی مقصد ہی یہی ہوتا ہے کہ اللہ کے دین کو اللہ کی زمین پر نافذ کیا جائے ۔اس عظیم مقصد کو حاصل کرنے کے لئے جہاں تعلیم و تربیت کا نظام ضروری ہوتا ہے وہاں ضرورت پڑنے پر جہاد کا میدان بھی سجایا جاتا ہے اور پھر شہادتوں اور ہجرتوں کے مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔آج دنیا میں کشمیر، فلسطین،غزہ اور ایران کا منظر نامہ ہمارے سامنے ہے۔ہم ان کی استقامت اور قربانیوں کو سلام پیش کرتے ہیں۔ دعوت و جہاد کی راہ میں مشکلات اور آزمائش ضرور پیش آتی ہیں ان میں صبر و استقامت کے ساتھ آگے بڑھنا ہی کامیابی کی ضمانت ہوتا ہے۔اس لئے ہمیں دعوت حق اور راہ جہاد کے ساتھ اپنی نسبت پر فخر کرنا چاہیے اور ہر حال میں ثابت قدم رہنا چاہیے۔

یہ حقیقت واضح ہے کہ اسلام کی فطرت میں بقا اور قوت موجود ہے۔اس کو جتنا بھی دبانے کی کوشش کی جائے یہ اتنا ہی زیادہ ابھر کر سامنے آتا ہے۔ہمیں مشکلات کا سامنا ضرور ہے لیکن اللہ کے فضل و کرم سے ایک نظام موجود ہے۔ہمیں موجودہ عالمی صورتحال کو دیکھتے ہوئے امت مسلمہ کے مختلف حصوں کے حالات کو سمجھنا ہوگا خصوصاً عرب دنیا کی صورتحال کشمیر، ایران اور فلسطین کے حالات ہمارے سامنے ہیں جہاں مسلسل ظلم و جبر ہے وہاں کے مظلوم عوام خصوصاً شہداء کی قربانیاں پوری امت کے لیے ایک عظیم مثال ہیں۔ان کی استقامت نے امت کو یہ پیغام دیا ہے کہ ظلم کی مقابلے میں ڈٹے رہنا ہی اصل کامیابی ہے۔گزشتہ برس 2025 میں بھارت کی طرف سے پیدا کی جانے والی کشیدگی اور جارحیت کے جواب میں پاکستان نے بھرپور اور موثر ردعمل دیا اور پاکستانی افواج نے جس جرات حکمت اور پیشہ ورانہ صلاحیت کا مظاہرہ کیا وہ قابل تعریف ہیں اور اس سے دنیا بھر میں پاکستان کا وقار بلند ہوا۔مقبوضہ کشمیر میں حالات دن بدن کشیدہ ہوتے جا رہے ہیں۔ برطانوی اخبار دی گارڈن نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ مقبوضہ کشمیر میں بدترین حالات کے باعث کشمیری عوام کے اندر بھارت کے ساتھ وابستگی کے بجائے پہلے سے زیادہ نفرت اور بداعتمادی پیدا ہو رہی ہے اور یہی بات انڈین ذرائع اور دیگر رپورٹس کے ذریعے بھی سامنے آتی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم اپنی صفوں کو منظم کرے اپنے اندر نظم و ضبط پیدا کریں اور اپنے معاملات کو اس انداز سے تربیت دیں کہ جب وقت آئے تو ہم تیار ہوں۔۔۔

غلبہ اسلام کی بشارتیں

علامہ یوسف القرضاویؒ

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تین قسم کے آدمیوں سے بات نہیں کرے گا اور نہ ہی ان کو گناہوں سے پاک کرے گا، نہ ہی ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا اور ان کو دردناک عذاب ہوگا 1۔ بوڑھا (ہونے کے باوجود) زنا کرنے والا۔ 2 جھوٹ بولنے والا بادشاہ 3 تکبر کرنے والا فقیر۔“ (مسلم، کتاب الایمان)

اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں سے صرف فتح و نصرت ہی کا وعدہ نہیں کیا ہے، بلکہ اپنے وعدۂ نصرت کی تکمیل کے لیے اس نے کافروں کی چالوں، اسلام اور اہلِ اسلام سے متعلق ان کی سازشوں اور نورِ اسلام کو بجھا دینے کی ان کی کوششوں کو ناکام بنا دینے کا وعدہ بھی فرمایا ہے۔ تاریخ اس امر پر گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے کافروں کی چالوں کو خود انہی پر الٹ دیتا ہے اور ان کے زہر آلود تیروں کو خود انہی کے سینوں میں پیوست کر دیتا ہے۔ یہ اللہ جل شانہٗ کا وعدہ ہے، اور وہ اپنے وعدے کے خلاف کوئی کام نہیں کرتا۔ سورۃ ”الطارق“ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”یہ لوگ کچھ چالیں چل رہے ہیں اور میں بھی ایک چال چل رہا ہوں، پس اے نبیؐ! چھوڑ دو ان کافروں کو، انہیں ایک ذرا سی مہلت دے دو۔“ (15-17)

اسی طرح ”سورۃ الانفال“ میں ارشاد ہوتا ہے: ”وہ اپنی چالیں چل رہے تھے اور اللہ اپنی چال چل رہا تھا، اور اللہ سب سے بہتر چال چلنے والا ہے۔“ (30)

اور اسی وعدۂ الٰہی کا اظہار سورۃ یونس کے اندر موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے یوں ہوتا ہے۔ موسیٰؑ نے کہا: ”یہ جو کچھ تم لائے ہو، یہی دراصل جادو ہے“، اللہ ابھی اسے باطل کیے دیتا ہے، مفسدوں کے کام کو اللہ سدھرنے نہیں دیتا اور اللہ اپنے حکم سے حق کو حق کر دکھاتا ہے، خواہ مجرموں کو وہ کتنا ہی ناگوار ہو“۔ (81-82)

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانفال میں اُن لوگوں کا انجام بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے جو اپنے مال اور اپنی ساری جدوجہد لوگوں کو اسلام سے باز رکھنے کے لیے صرف کرتے ہیں: ”بلاشبہ جن لوگوں نے حق کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے، وہ اپنے مال اللہ کے راستے سے (لوگوں کو) روکنے کے لیے صرف کر رہے ہیں، وہ ابھی اور خرچ کرتے رہیں گے، مگر آخر کار یہی کوششیں ان کے لیے افسوس کا باعث ہوں گی، پھر وہ مغلوب ہوں گے“۔ (36)

ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے: ”اے محمدؐ! جن لوگوں نے تمہاری دعوتِ حق کو ماننے سے انکار کیا ہے، ان سے کہہ دو کہ قریب ہے وہ وقت، جب تم مغلوب ہو جاؤ گے اور جہنم کی طرف ہانکے جاؤ گے، اور جہنم بڑا ہی برا ٹھکانہ ہے۔ تمہارے لیے ان دو گروہوں میں ایک نشانِ عبرت تھا، جو (بدر میں) ایک دوسرے سے نبرد آزما ہوئے۔ ایک گروہ اللہ کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا گروہ کافر تھا۔ دیکھنے والے کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ کافر گروہ مومن گروہ سے دو چند ہے، مگر (نتیجے نے ثابت کر دیا کہ) اللہ اپنی فتح و نصرت سے جس کو چاہتا ہے مدد دیتا ہے“ (آل عمران، 13-12)

مذکورہ بالا آیت میں جن دو گروہوں کا ذکر ہوا ہے، ان میں ایک گروہ مومنین کا اور دوسرا کافروں کا تھا۔ ان دونوں کی مڈبھیڑ مقام بدر پر ہوئی تھی۔ کفر کے مقابلے میں اسلام کی اس پہلی جنگ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو ان کی قلتِ تعداد، اسلحے کی اور جنگی تیاریوں کی کمی کے باوجود کافروں پر غلبہ عطا فرمایا تھا۔ اس فتح و نصرت کا بنیادی عنصر وہ مضبوط ایمان اور راہِ حق میں ان کی ثابت قدمی تھی جس سے اللہ نے انہیں سرشار کیا تھا، اور مزید برآں، اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کی حمایت کے لیے اپنی فوج بھی اتاری اور دشمنوں کے دلوں میں ان کا رعب ڈال دیا، اور دستِ قدرت نے مسلمانوں کے ساتھ وہ معاملہ کیا جو ظاہری اسباب سے بالاتر تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”پس حقیقت یہ ہے کہ تم نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کو قتل کیا، اور تُو نے (خاک) نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی (اور یہ سب کچھ اس لیے ہوا) تاکہ اللہ مومنوں کو ایک بہترین آزمائش سے کامیابی کے ساتھ گزار دے۔“ (الانفال:17)

اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے مشہور قبیلے بنو نضیر کی مدینے سے جلاوطنی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ”وہ اللہ ہی ہے جس نے اہلِ کتاب کافروں کو پہلے ہی حملے میں ان کے گھروں سے نکال باہر کیا، تمہیں ہرگز یہ گمان نہ تھا کہ وہ نکل جائیں گے، اور وہ بھی یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ ان کے قلعے انہیں اللہ (کی مار) سے بچا لیں گے۔ مگر اللہ ایسے رخ سے ان پر آیا جدھر ان کا خیال بھی نہ گیا تھا۔ اس نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خود اپنے ہاتھوں سے اپنے گھروں کو برباد کر رہے تھے اور مومنوں کے ہاتھوں سے بھی برباد کروا رہے تھے۔ پس عبرت حاصل کرو، اے دیدۂ بینا رکھنے والو۔“ (الحشر:2)

یہ دراصل قدرتِ الٰہی کی کارفرمائی تھی جس کی عمل داری ظاہری اسباب کے اندر بھی ہوتی ہے اور اسباب و عوامل سے ماورا بھی ہوتی ہے۔ اور اللہ کی قدرت ہمیشہ اپنے مومن بندوں پر سایہ فگن رہتی ہے تاکہ انہیں کفر کی طاقتوں پر غلبہ و تمکن نصیب ہو اور ان کے ذریعے کلمۂ حق بلند ہو۔

کلمۂ حق کی سربلندی کے لیے کسی پسندیدہ قوم کا انتخاب

اللہ تعالیٰ نے سورۃ المائدہ میں دین اسلام سے مرتد ہونے والوں کو دھمکی دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ لوگ اپنے اس رویے سے اللہ کے دین کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے۔ ان کے ارتداد اور دینِ حق سے ان کی بے زاری کے سبب اسلام کی عمارت ہرگز منہدم نہیں ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ ذمہ داری لے لی ہے کہ اس دین کی حفاظت و اقامت کے لیے ہمیشہ مضبوط اہلِ ایمان کی ایک نسل کو باقی رکھے گا، اور یہی وہ نسل ہوگی جو مرتدین اور دین بیزاروں سے مقابلہ کرے گی اور خود دین اسلام پر مضبوطی سے قائم ہوگی۔ ان کے اور ان کے رب کے درمیان محبت کا تعلق ہوگا۔ اہلِ ایمان کے ساتھ ان کا رویہ ہمیشہ ہمدردانہ و رحم دلانہ ہوگا اور کافروں اور سرکشوں کے ساتھ ان کا معاملہ سخت ہوگا۔ یہ شر اور کفر کے عَلَم برداروں کے ساتھ جہاد کریں گے۔ اللہ کے نزدیک پسندیدہ گروہ کے یہ وہ بنیادی اوصاف ہیں جنہیں قرآن نے مومنوں کو بشارت دیتے ہوئے اور مرتدین کو خوف زدہ کرتے ہوئے نمایاں کیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”اے ایمان لانے والو! اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھرتا ہے (تو پھر جائے)، اللہ اور بہت سے لوگ ایسے پیدا کر دے گا جو اللہ کو محبوب ہوں گے اور اللہ ان کو محبوب ہوگا، جو مومنوں کے لیے نرم خو اور کفار کے لیے سخت گیر ہوں گے، جو اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے، اللہ وسیع ذرائع کا مالک ہے اور سب کچھ جانتا ہے“ (المائدہ، 54)

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے علامہ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس آیت کے اندر اپنی عظیم قدرت کی خبر دے رہا ہے، اور اس بات سے خبردار کر رہا ہے کہ جو لوگ اس کے دین کی نصرت اور اس کی شریعت کی اقامت سے روگردانی کریں گے اللہ اُن کی جگہ ایسے لوگوں کو سامنے لائے گا جو اس کے دین و شریعت کی نصرت و اقامت کے لیے اُن سے بہتر ہوں گے۔ وہ اللہ کے دین کی سختی سے حفاظت کریں گے اور خود ان کی زندگی بھی راستی کی علامت ہوگی۔ اپنی اس سنت کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں کیا ہے: ”اگر تم منہ موڑو گے تو اللہ تمہاری جگہ کسی اور قوم کو لے آئے گا اور وہ تم جیسے نہ ہوں گے“ (محمد:38)۔ اور الانعام میں فرمایا ہے: ”اگر وہ چاہے تو تم لوگوں کو ہٹا کر تمہاری جگہ دوسرے جن لوگوں کو چاہے لے آئے جس طرح اس نے تمہیں کچھ اور لوگوں کی نسل سے اٹھایا ہے“ (133)۔ اسی طرح سورۃ ابراہیم میں ارشاد ہوتا ہے: ”وہ چاہے تو تم لوگوں کو لے جائے اور ایک نئی خلقت تمہاری جگہ لے آئے۔ ایسا کرنا اس پر کچھ بھی دشوار نہیں ہے۔“ (19-20)

غلبہ اسلام کی قرآنی بشارتوں میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول بھی ہے: ”عنقریب ہم ان کو اپنی نشانیاں آفاق میں بھی دکھائیں گے اور ان کے اپنے نفس میں بھی، یہاں تک کہ ان پر یہ بات کھل جائے گی کہ یہ قرآن واقعی برحق ہے“۔ (حم السجدۃ:53)

یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے جو ہر زمانے میں ظاہر ہوتا رہتا ہے، جس کا ہم اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں اور جسے ہم اپنے کانوں سے آئے دن سنتے ہیں، اور اس وعدۂ الٰہی کی حقانیت کو اپنے دلوں میں محسوس کرتے ہیں۔

بھارتی متعصب عدالت کا ظالمانہ اقدام۔۔۔آزادی پسند خاتون رہنما آسیہ اندرابی کو من گھڑت کیس میں عمر قید کی سزا سنادی

گاندربل علاقے میں بھارتی فوج کا جعلی مقابلہ۔۔۔۔۔۔ایک عام شہری راشد احمد مغل شہید

ہمایوں قیصر

مقبوضہ کشمیر میں بھارتی فوج اور بدنام زمانہ ”این آئی اے“ کے مختلف علاقوں میں چھاپے۔۔۔درجنوں گرفتار، متعدد جائیدادیں ضبط

16 مارچ 2026۔۔۔ضلع سانبہ کے علاقے پنگلی میں قائم بھارتی فوج کے کیمپ کے اندر ایک ہیڈ کانسٹیبل ہری بابو نے گلے میں رسی ڈال کر خود کو پھانسی لگا کر خودکشی کر لی۔جبکہ ضلع پونچھ کے علاقے کرشنا گھاٹی میں بھارتی فوج کے اہلکار نائیک تلک سنگھ کو ڈیوٹی کے دوران اپنی پوسٹ میں پراسرار حالت میں مردہ پایا گیا ہے۔جموں و کشمیر بھارتی قابض انتظامیہ نے تاریخی جامع مسجد سرینگر میں شب قدر کے موقع پر کشمیری مسلمانوں کو عبادت سے روکنے کیلئے جامع مسجد کو مقفل کر کے عوام کو عبادت کرنے سے روک دیا۔یہ امر قابل ذکر ہے کہ قابض حکام نے مسلسل ساتویں سال شب قدر کے موقع پر جامع مسجد کو بند کر دیا ہے جس کے باعث ہزاروں کشمیری مسلمان اس بابرکت شب میں عبادات کرنے سے محروم ہیں۔

17 مارچ 2026۔۔۔کشمیری پنڈتوں کی تنظیم ”پنن کشمیر“ نے سیاسی مفادات کے لیے پنڈت برادری کا استحصال کرنے پر مودی حکومت کو کھلے عام تنقید کا نشانہ بنانے پر اپنے رہنما اجے چرنگو کو تنظیم سے نکال دیا ہے۔چرنگو کو ہندوتوا حکومت کی ایماء پر نکالا گیا ہے۔انہوں نے ہندو ووٹوں کے لیے کشمیری پنڈتوں کا استحصال کرنے پر بھارتیہ جنتا پارٹی اور نریندر مودی حکومت کو سرعام تنقید کا نشانہ بنایا تھا۔

19 مارچ 2026۔۔۔بھارتی پولیس نے ضلع کٹھوعہ میں دو کشمیری نوجوانوں لیاقت علی اور مقبول احمد پر ”جی پی ایس“ ٹریکر نصب کر کے عدالتی ضمانت پر رہا کر دیا۔یاد رہے کہ یہ پہلی دفعہ نہیں ہے کہ مقبوضہ علاقے میں بھارتی انتظامیہ نے جیل سے ضمانت پر رہا ہونے والے کسی کشمیری کیساتھ ٹریکر نصب کرنے کا حکم دیا بلکہ کئی نوجوانوں کیساتھ یہ ٹریکر لگائے جا چکے ہیں۔

21 مارچ 2026۔۔۔کل جماعتی حریت کانفرنس کے سینئر رہنما میرواعظ عمر فاروق کو گذشتہ روز بھی نظر بند کر کے نماز جمعہ کیلئے جامع مسجد جانے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔

22 مارچ 2026۔۔۔بھارتی حکومت نے حال ہی میں جموں خطے میں کنٹرول لائن کے قریب پہاڑی علاقوں اور گھنے جنگلات میں اسپیشل آپریشن گروپ (SOG) کے تقریباً 350 اہلکار اور بھارتی پیراملٹری بارڈر سیکورٹی فورسز (BSF) کی سات اضافی بٹالین تعینات کر دی ہیں۔ضلع سانبہ کے علاقے گوالا تالاب میں سابق سرپنچ جے رام شرما کے رہائشی مکان کے مین گیٹ کے قریب پراسرار دھماکہ ہوا۔دھماکے سے مین گیٹ اکھڑ گیا اور دیوار کے ایک حصے کو نقصان پہنچا، تاہم اس دھماکے میں کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔

23 مارچ 2026۔۔۔مقبوضہ کشمیر میں زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے انسانیت کی شاندار مثال قائم کرتے ہوئے جنگ سے متاثرہ ”ایران“ کے لوگوں کی امداد کے لیے سونا، نقدی اور قیمتی اشیاء عطیہ کر دیں۔مقبوضہ علاقے کے لوگوں نے قیمتی زیورات، گھریلو اشیاء یہاں تک کہ اپنے مویشی تک عطیہ کر دیئے ہیں۔ضلع بارہمولہ کے علاقے بوچھر اوڑی میں بھارتی فوج نے ایک مجاہد کو جھڑپ کے دوران شہید کرنے کا دعویٰ کیا ہے۔

24 مارچ 2026۔۔۔بھارتی عدالت نے سینئر خاتون حریت رہنما اور دختران ملت کی سربراہ آسیہ اندرابی کو سیاسی بنیادوں پر قائم کیے گئے ایک جھوٹے مقدمے میں عمر قید جبکہ ان کی دو ساتھیوں فہمیدہ صوفی اور ناہیدہ نسرین کو 30 سال قید کی سزا سنائی ہے۔آسیہ اندرابی، فہمیدہ صوفی اور ناہیدہ نسرین کو 14 جنوری کو غیر قانونی سرگرمیوں کی روک تھام کے کالے قانون (یو اے پی اے) کی دفعہ 38،20 اور 39 کے ساتھ ساتھ تعزیرات ہند (آئی پی سی) کی مختلف دفعات کے تحت سزا سنائی گئی تھی۔یاد رہے بدنام زمانہ بھارتی تحقیقاتی ادارے (این آئی اے) نے آسیہ اندرابی پر نام نہاد نفرت انگیز تقاریر کے ذریعے بھارت کے خلاف جنگ چھیڑنے کا الزام لگایا تھا۔آسیہ اندرابی نے 1987 میں خواتین کی زیر قیادت آزادی پسند تنظیم دختران ملت کی بنیاد رکھی، وہ طویل عرصے سے اقوام متحدہ کی طرف سے تسلیم شدہ حق خود ارادیت سمیت کشمیریوں کے حقوق کے لیے آواز اٹھاتی رہی ہیں۔آسیہ اندرابی کو اپریل 2018 میں این آئی اے نے گرفتار کیا تھا جبکہ ان کے شوہر عاشق حسین فکتو بھی گزشتہ تین دہائیوں سے جیل میں نظر بند ہیں۔انہیں 2003 میں ایک من گھڑت قتل کیس میں عمر قید کی سزا سنائی گئی تھی۔

26 مارچ 2026۔۔۔کاؤنٹر انٹیلی جنس (CIK) کشمیر نے بھارتی فوج کے ساتھ مل کر سری نگر، شوپیاں اور گاندربل اضلاع کے مختلف علاقوں میں گھر گھر چھاپوں اور تلاشی کی کارروائیوں کے دوران گھروں میں گھس کر مکینوں کو ہراساں کیا اور قیمتی سامان کی توڑ پھوڑ کی۔بھارتی فوج نے ایک اور کارروائی کے دوران گاندربل کے علاقے کنگن میں شبیر احمد لون نامی شہری کے گھر پر چھاپہ مارا۔فوج نے دعویٰ کیا ہے کہ شبیر احمد کشمیر کی آزادی کی سرگرمیوں میں ملوث ہے۔

27 مارچ 2026۔۔۔بھارتی حکام نے مقبوضہ جموں و کشمیر سے تین درجن سے زائد کشمیری سیاسی قیدیوں کو مقبوضہ علاقے سے بھارت کی مختلف جیلوں میں منتقل کر دیا ہے۔عالم دین اور سماجی کارکن محمود الحسن شاہ سمیت کم سے کم 46 سیاسی قیدیوں کو سرینگر سینٹرل جیل، کوٹ بھلوال جیل جموں منتقل کر دیا گیا۔

ضلع بارہمولہ کے علاقے رفیع آباد میں بھارتی بدنام زمانہ ایجنسی این آئی اے نے کالے قانون کے تحت ایک کشمیری خورشید احمد کی 1 کنال اور 12 مرلہ سے زائد اراضی ضبط کی ہے۔بھارتی پولیس نے دعویٰ کیا ہے کہ خورشید احمد آزادی پسند اور بھارت مخالف سرگرمیوں میں ملوث ہے۔

28 مارچ 2026۔۔۔بھارتی فوج اور این آئی اے نے ایک چھاپے کے دوران ضلع بارہمولہ کے علاقے نادی ہل سوپور میں ریاض احمد لون، اعجاز احمد لون اور مشتاق احمد شاہ کی اراضی ضبط کی۔ریاض احمد کی 2 کنال 16 مرلہ، اعجاز احمد لون کی 10 مرلہ جبکہ مشتاق احمد شاہ کی 2 کنال اراضی کالے قانون ”یو اے پی اے“ کے تحت ضبط کی گئی۔ضلع شوپیاں میں ہیڈکوارٹر پر تعینات ایک بھارتی فوجی اہلکار گیان چند ڈیوٹی کے دوران پُراسرار طور پر ہلاک ہو گیا۔

29 مارچ 2026۔۔۔ضلع باڈی پورہ کے رہائشی نوجوانوں مدثر احمد خواجہ اور قیوم احمد جنہیں بھارتی پولیس نے 2020 میں محاصرے اور تلاشی کی ایک کارروائی کے دوران جھوٹے مقدمے میں گرفتار کیا تھا، اس وقت ڈسٹرکٹ جیل کپواڑہ میں نظر بند ہیں، دونوں کو باڈی پورہ کی عدالت نے چودہ 14 سال کی سزا

سنائی ہے۔گرفتار نوجوانوں کو آزادی کے حق میں سرگرمیوں کی پاداش میں یہ سزا سنائی گئی ہے۔ضلع کپواڑہ میں ایک فوجی کیمپ کے اندر آپسی تصادم کے دوران فائرنگ سے تین بھارتی فوجی زخمی ہوگئے۔فوجی کیمپ میں نائیک پون کمار نے اپنی سرکاری رائفل ''INSAS'' سے فائرنگ کی جس کے نتیجے میں تین بھارتی فوجی نائیک پون کمار، نائیک ڈرائیور شکلا اے وی راٹھور دیال، زخمی ہو گئے جبکہ سپاہی منیش کو بائیں کولھوں پر معمولی چوٹ آئی ہے۔ضلع ریاسی کے مہور سب ڈویژن میں محمد قاسم کی تین مرلہ اراضی ضبط کرلی۔بھارتی پولیس نے دعویٰ کیا کہ یہ شخص آزادی پسند اور بھارت مخالف سرگرمیوں میں ملوث ہے اور جدوجہد آزادی کی حمایت کرتا ہے۔

30 مارچ 2026۔۔۔پولیس کے سپیشل سیل نے دارالحکومت نئی دہلی سے ایک کشمیری نوجوان کو گرفتار کرلیا ہے۔شبیر احمد لون نامی نوجوان کو بھارتی پولیس نے دارالحکومت کے علاقے غازی پور میں ایک چھاپے کے دوران گرفتار کیا۔دہلی پولیس کے اسپیشل سیل کے ایڈیشنل سی پی پرمود کشواہ نے گرفتاری کی تصدیق کی اور دعویٰ کیا کہ گرفتار شخص گزشتہ سال نئی دہلی میں میٹرو پوسٹر کیس میں ملوث ہے۔بھارتی پولیس کا دعویٰ ہے کہ شبیر سلیپر سیل کا رکن ہے اور اس نے متعدد مقامات پر بھارت مخالف پوسٹرز چسپاں کیے ہیں۔ضلع سانبہ کے علاقے سوپوال کیکجر بستی میں تلاشی کارروائی اور گھروں پر چھاپوں کے دوران مقامی لوگوں کے حملے میں بھارتی فوج کا ایک انسپکٹر اور ایک سب انسپکٹر زخمی ہوگئے۔

31 مارچ 2026۔۔۔ ضلع شوپیاں میں ایک بھارتی پولیس کانسٹیبل کو ساتھی اہلکار نے گولی مار کر قتل کر دیا ہے۔تفصیلات کے مطابق ضلع کے علاقے نور پورہ میں ایک پولیس کانسٹیبل نے ڈیوٹی کے دوران سرکاری بندوق سے ساتھی اہلکار کو گولی مار کر شدید زخمی کر دیا بعد میں وہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے چل بسا۔

1 اپریل 2026۔۔۔گاندربل کے ارہامہ میں محاصرے اور تلاشی کی ایک کارروائی کے دوران بھارتی فوج نے جعلی مقابلے کا ڈرامہ رچا کر 29 سالہ نوجوان راشد احمد مغل کو شہید کرلیا ہے۔شہید کے اہل خانہ نے بھارتی دعوے کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ اس کا عسکریت پسندی سے کوئی تعلق نہیں تھا بلکہ وہ ایک بے گناہ شہری تھا۔اس واقعہ کے خلاف اہل علاقہ نے شدید احتجاجی مظاہرہ کیا اور مطالبہ کیا کہ واقعہ میں شہید کا جسد خاکی لواحقین کو واپس کیا جائے اور واقعہ میں ملوث فوجیوں کے خلاف کارروائی کی جائے۔

2 اپریل 2026۔۔۔ بھارتی پولیس نے ایک ڈاکٹر اور انکی اہلیہ کے خلاف کالے قوانین کے تحت فرد جرم داخل کردی ہے۔ ''کاؤنٹر انٹیلی جنس کشمیر (سی آئی کے) ونگ نے ضلع کولگام کے علاقے بوگام کے رہائشی ڈاکٹر عمر فاروق اور انکی اہلیہ شہزادہ اختر کے خلاف فرد جرم کالے قوانین بھارتیہ نیائے (بی این ایس) اور یو اے پی اے'' کی مختلف دفعات کے تحت بھارتی تحقیقاتی ادارے نیشنل انویسٹی گیشن ایجنسی (این آئی اے) کی سرینگر میں قائم ایک خصوصی عدالت میں دائر کی۔ڈاکٹر اور انکی بیوی پر آزادی پسند سرگرمیوں میں ملوث ہونے اور اس حوالے سے مواد سوشل میڈیا پر اپ لوڈ کرنے کا الزام عائد کیا گیا ہے۔شہزادہ اختر پر آزادی پسند تنظیم دختران ملت کے ساتھ وابستہ ہونے کا الزام بھی عائد کیا گیا ہے۔یاد رہے ''سی آئی کے'' نے ڈاکٹر اور انکی اہلیہ کو گزشتہ برس نومبر میں گرفتار کیا تھا۔

6 اپریل 2026۔۔۔ضلع کپواڑہ کے لنگیٹ علاقے میں ایک بھارتی فوجی جے دیپ اپنی ہی سروس رائفل کی گولی لگنے سے ہلاک ہوگیا۔

8 اپریل 2026۔۔۔قابض بھارتی حکام نے رام بن اور بانڈی پورہ اضلاع میں محکمہ تعلیم میں درجہ چہارم کے ملازم فرحت علی کھانڈے اور محکمہ دیہی ترقی کے ملازم محمد شفیع ڈار کو ملازمت سے برطرف کر دیا۔حکام نے فرحت علی خان کو حزب المجاہدین اور محمد شفیع کو لشکر کے ساتھ بطور سہولت کار کے کام کرنے کا الزام عائد کر دیا ہے۔

9 اپریل 2026۔۔۔ضلع گاندربل کے علاقے کنگن میں تھون کے مقام پر نہر سے ایک نامعلوم شخص کی لاش برآمد کرلی گئی ہے۔سری نگر کے علاقے پانتھا چوک میں ٹریفک پولیس کانسٹیبل پرویز احمد ڈیوٹی کے دوران ایک تویرا گاڑی کی ٹکر سے زخمی ہوگیا۔

12 اپریل 2026۔۔۔ضلع کولگام کے گاؤں کہروات میں نامعلوم افراد نے پراسرار طور پر رات کے وقت ایک محنت کش کاشتکار کے سیب کے 400 درخت کاٹ دیئے جس سے مقامی کاشتکاروں میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی ہے۔کاشتکاروں نے انتظامیہ سے اپیل کی کہ وہ واقعہ میں ملوث ذمہ داروں کے خلاف سخت کارروائی کو یقینی بنائے۔

11 اپریل 2026۔۔۔ضلع بڈگام کے علاقے شیخ پورہ سرسید آباد میں ایک شخص فیاض احمد بٹ کی لاش پُر اسرار حالت میں برآمد کرلی گئی۔

13 اپریل 2026۔۔۔ضلع کٹھوعہ کے سرحدی علاقوں رام کوٹ، پنج تیرتھی، بھینی نالہ، بروٹہ، اگلیدھر اور ملحقہ علاقوں میں تلاشی کی کارروائیوں کے دوران بھارتی فوج نے لوگوں کے گھروں میں گھس کر گھر والوں کو ہراساں کیا اور گھریلو اشیاء کی توڑ پھوڑ کی۔

14 اپریل 2026۔۔۔ضلع رام بن میں ایک نوجوان کشمیری مسلمان کو بے رحمی سے قتل کر دیا گیا جس کے بعد علاقے میں بڑے پیمانے پر احتجاجی مظاہرے شروع ہوگئے اور مکمل ہڑتال کی گئی۔25 سالہ تنویر احمد چوپان جموں سے اپنے آبائی گاؤں منڈکھل پوگل جا رہا تھا کہ کمرکوٹ کے علاقے میں بی جے پی، آر ایس ایس اور بجرنگ دل سے وابستہ ہندوتوا غنڈوں نے اسے روک کر تشدد کا نشانہ بنایا۔نام نہاد گاؤ رکھشکوں نے نوجوان پر جان لیوا حملہ کیا اور اسے ایک نالے میں چھلانگ لگانے پر مجبور کیا۔بعد ازاں اس کی لاش رامبو کے علاقے میں نالہ بشلری سے برآمد ہوئی۔واقعے پر علاقے کے لوگوں میں شدید غم و غصے کی لہر دوڑ گئی اور لوگ احتجاج کیلئے سڑکوں پر نکل آئے اور انتظامیہ سے مطالبہ کیا کہ واقعہ میں ملوث افراد کے خلاف سخت کارروائی عمل میں لائی جائے۔

بھارتی ریاست اتر پردیش کے دارالحکومت لکھنو میں بدنام زمانہ بھارتی تحقیقاتی ادارے 'این آئی اے' کی ایک خصوصی عدالت نے 2021 میں درج ایک جھوٹے کیس میں ایک کشمیری سمیت تین افراد کو پانچ سال قید کی سزا سنائی ہے۔سزا پانے والوں کی شناخت مقبوضہ جموں وکشمیر میں ضلع بڈگام کے رہائشی توحید احمد شاہ اور لکھنو سے تعلق رکھنے والے مصیر الدین اور منہاج احمد کے طور پر ہوئی ہے۔ضلع پلوامہ کے علاقے لاہار میں غیر قانونی طور پر نظر بند عبدالمجید بٹ کی 32 لاکھ مالیت کے دو منزلہ مکان کو پولیس کے ہمراہ این آئی اے نے ایک چھاپے کے دوران ضبط کیا ہے۔

15 اپریل 2026۔۔۔ضلع بارہمولہ کے سوپور قصبے میں ایک سکول طالبہ کو ہراساں کرنے کے خلاف ایک مظاہرے کے دوران بھارتی پولیس نے چند طلبا سمیت 16 سے زائد کشمیری نوجوانوں کو گرفتار کرلیا ہے۔نوجوانوں کو بھارتی فورسز نے قصبے میں رات بھر جاری رہنے والے گھروں پر چھاپوں کے دوران گرفتار کیا۔بھارتی پولیس نے احتجاج کو دبانے کی کوشش کرتے ہوئے مظاہرے میں شامل طلبا کو شرپسند قرار دے کر کالے قانون کے تحت گرفتار کرلیا۔

کشمِیر فریب زدہ

- کشمیر ایک ایسا مسئلہ ہے جسے برسوں سے مختلف زاویوں سے دیکھا اور دکھایا جاتا رہا ہے۔
- ہم جو سنتے اور سمجھتے ہیں، کیا وہی پوری حقیقت ہے؟
- یا کچھ ایسے پہلو بھی ہیں جو ہماری نظروں سے اوجھل رہے ہیں؟
- "کشمیر فریب زدہ" ایک سنجیدہ تحقیقی کاوش ہے جو انہی سوالات کے مدلل اور فکر انگیز جواب پیش کرتی ہے۔
- "کشمیر فریب زدہ" ایک منفرد تحقیقی تصنیف ہے جو کشمیر کے تاریخی، سیاسی اور فکری پہلوؤں کا گہرائی سے جائزہ پیش کرتی ہے۔
- اگر آپ کشمیر کے مسئلے کو محض خبروں کی حد تک نہیں بلکہ تاریخی شعور اور حقیقت پسندانہ زاویۂ نظر سے سمجھنا چاہتے ہیں! تو "کشمیر فریب زدہ" آپ کے مطالعے کے لیے ایک نہایت اہم کتاب ہے۔

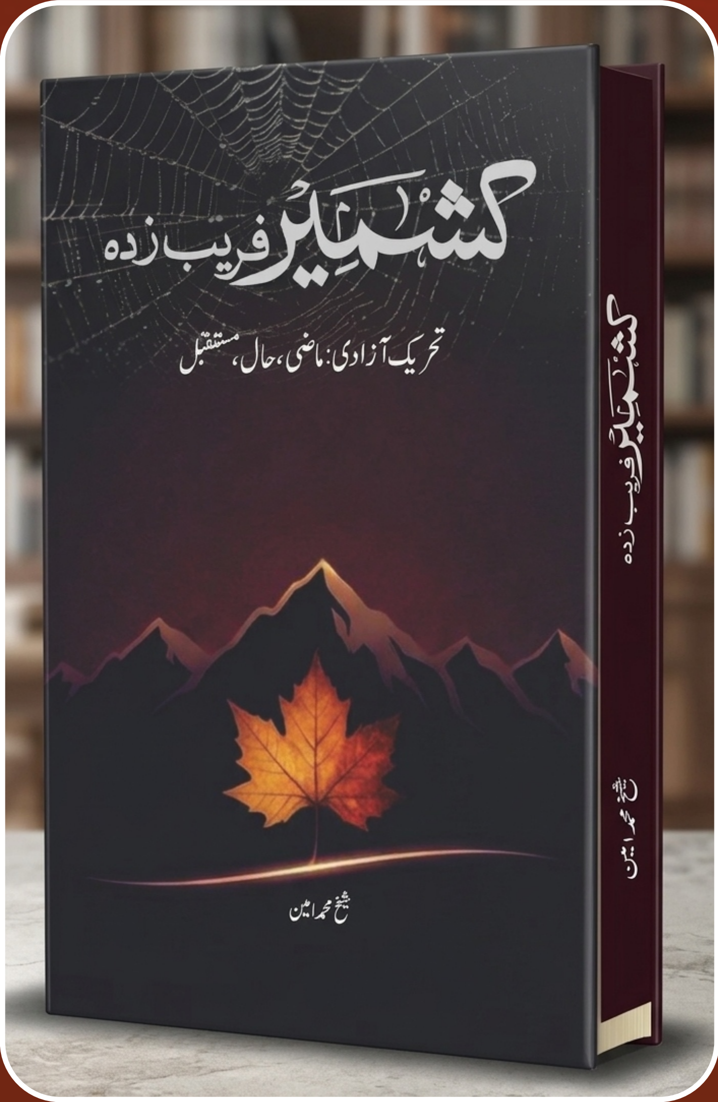

قیمت: 850 روپے

کشمیر ریسرچ اکیڈمی اسلام آباد

Jazzcash:
03320128138
Sheikh Abdul Momin

UBL Bank:
1657297825881
Sheikh Muhammad Amin

عید الاضحیٰ مبارک

بکرے کی قربانی	60,000/-
گائے کی قربانی فی حصہ	25,000/-
مکمل گائے (سات حصے)	175,000/-

قصائی اور باقی اخراجات اوپر بتائی رقم سے ہی پورے کیئے جائیں گے۔

قربانی کا گوشت، متاثرین، مہاجرین وورثاء شہدائے کشمیر کو پہنچانے کیلئے
کشمیر ریلیف کمیٹی پاکستان کے مقامی نظم سے رابطہ کیجئے۔

KASHMIR RELIEF COMMITTEE PAKISTAN